امت کی خواتین کا ترجمان مجلّہ

بناتِ

خدیجۃ الکبریٰ

مئی 2026
ذو الحجۃ 1447

شمارہ:۱۳

خصوصی شمارہ

عید الاضحیٰ مبارک



افسانہ
بتاؤ تم کس کا ساتھ دو گے؟

غزہ ہم شرمندہ ہیں!

گزشتہ ماہ غزہ پر اسرائیلی حملوں میں 35 فیصد اضافہ ہوا ہے: رپورٹ

سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

اولاد کی تربیت
اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا منہج

ہمارے پیارے نبی ﷺ کا حج

محبت کی کہانی---
سنت ابراہیمی



اس شمارے میں...

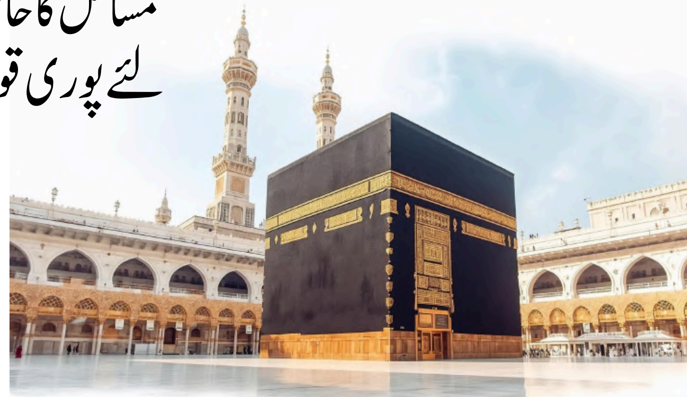
بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سال کے افضل ترین ایام کی آمد آمد ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ایام میں عبادت کو سب سے افضل قرار دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاد کے میدان میں مصروف عظیم تر لوگ ان افضل ایام میں اللہ کے دین کو سربلند کرنے کے لئے جان ہتھیلی پہ لے کر نکلے ہوئے ہیں۔یقیناً بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اعمال کی چوٹی اور افضل ترین درجہ کو پانے میں مصروف ہیں۔

پاکستان کے جہاد میں مصروف مجاہدین صرف ایک ہی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے سرگرم ہیں کہ جو خطہ صرف اسلام کے نفاذ کے دعوے کو سامنے رکھ کر حاصل کیا گیا تھا اور آج تک شریعت اسلامی کو نافذ کرنے کے لئے دیانت داری کے ساتھ کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا۔اس خطے میں شریعت نافذ کردی جائے، یہی ایک مطالبہ ایک ایسا جرم بن گیا ہے کہ وقت کے ظالم حکمران ان کو خارجی کے جھوٹے القابات تھوپ کر بدنام بھی کر رہے ہیں اور ان اللہ کے غازیوں کے جان کے دشمن اور خون کے پیاسے بھی بن گئے ہیں۔ایسے میں علماء، عوام الناس اور مؤثر اور باشعور طبقوں کو سوچنا چاہئے کہ کیا پاکستان کو ایک مضبوط شریعت کے نظام کی اشد ضرورت نہیں۔یقیناسب سمجھتے ہیں کہ نفاذ شریعت ہی سے تمام مسائل کا خاتمہ ممکن ہے۔اس لئے اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے پوری قوم کو ظالم حکمرانوں کے خلاف کھڑے ہو کر اللہ کے ان شیروں کا ساتھ دینا ہوگا۔





فہم القرآن

مفتی غفران صاحب حفظہ اللہ

أَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۗ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ۗ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۞

ترجمہ:
اللہ کو نہیں پہنچتا ان کا گوشت اور نہ ان کا لہو لیکن اس کو پہنچتا ہے تمہارے دل کا ادب اسی طرح ان کو بس (تصرف) میں کر دیا تمہارے کہ اللہ کی بڑائی پڑھو اس بات پر کہ تم کو راہ سجھائی اور بشارت سنادے نیکی والوں کو۔

معزز قارئین کرام! عید الاضحی (بقر عید) کی آمد آمد ہے، جو سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک سنت (قربانی) کی یاد میں جوش و خروش کے ساتھ منائی جاتی ہے۔

ابراہیم علیہ السلام ان جلیل القدر اور الوالعزم انبیاء میں سے ہیں جن پر سات قسم کے بڑے بڑے امتحانات (ہجرت کر کے شام چلے جانا، والد ساتھ مناظرہ، حاکم وقت نمرود کے ساتھ مناظرہ اور مقابلہ، قوم کے ساتھ مقابلہ، اپنے بچے "اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کے حکم گراں کی تعمیل، اللہ تعالیٰ کی دین کے دفاع کی خاطر آگ میں جلانا، بیوی "ہاجرہ" کو نو مولود بچے "اسماعیل علیہ السلام "سمیت مکہ کے بے آب و گیا صحرا میں چھوڑ جانا) آئے تھے، اور ان سب میں کامیابی کے ساتھ سرخرو ہوئے تھے،

چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

وَإِذِ ابْتَلٰى إِبْرٰاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمٰاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قٰالَ إِنِّي جٰاعِلُكَ لِلنّٰاسِ إِمٰاماً قٰالَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي قٰالَ لٰايَنٰالُ عَهْدِي الظّٰالِمِينَ

(وہ وقت یاد کرو) جب خدا نے ابراہیم کو مختلف طریقوں سے آزمایا اور وہ ان سے عمدگی سے عہدہ برآں ہوئے تو خدا نے ان سے کہا: میں نے تمہیں لوگوں کا امام ورہبر قرار دیا۔ ابراہیم نے کہا: میری نسل اور خاندان میں سے (بھی ائمہ قرار دے)۔ خدا نے فرمایا: میرا عہد (مقام امامت) ظالموں کو نہیں پہنچتا۔

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ومعنى الابتلاء الاختبار والامتحان والأمر، وابتلاء الله العباد ليس ليعلم أحوالهم بالابتلاء، لأنه عالم بهم، ولكن ليعلم العباد أحوالهم حتى يعرف بعضهم بعضا".

تفسير البغوي ـ (1 / 145):

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ، معارف القرآن کے اندر (اس آیت) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"پہلی بات کہ امتحان کا مقصد کیا تھا؟ قرآن کے ایک لفظ "ربُّہ" نے اس کو حل کر دیا، جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ اس امتحان کے ممتحن خود اللہ جل شانہ ہیں اور ان کے اسماء حسنی میں سے اس جگہ لفظ "رب" لا کر شانِ ربوبیت کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے، جس کے معنی ہیں کسی چیز کو آہستہ آہستہ درجہ کمال تک پہنچانا۔ مطلب یہ ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ ابتلاء وامتحان کسی جرم کی پاداش میں یا نامعلوم قابلیت کا علم حاصل کرنے کے لیے نہیں، بلکہ شان تربیت و ربوبیت اس کا منشاء ہے، ان آزمائشوں کے ذریعے اپنے خلیل علیہ السلام کی تربیت کر کے ان کے درجات و مقامات تک پہنچانا مقصود ہے، پھر اس جملہ میں مفعول کو مقدم اور فاعل کو مؤخر کر کے یوں ارشاد ہوا:"

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ

"اس میں ابراہیم علیہ السلام کی جلالت شان کو اور نمایاں فرمایا گیا۔"

بہر حال مقصود اصلی کی طرف آتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام کی آزمائشوں میں سب سے مشکل آزمائش اپنے بیٹے کو ذبح کرنا تھا، جو اللہ تعالیٰ کو اسقدر محبوب اور پسند آیا کہ تا قیامت آنے والی نسلوں میں صاحب نصاب مسلمانوں پر اسکو واجب قرار دیا۔

مذکورہ فی الخطبہ آیت میں اللہ رب کریم فرماتے ہیں:

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۭ

"لَن يَّنَالَ الخ" یہاں قربانی کا اصل فلسفہ بیان کیا گیا ہے یعنی صرف جانور کو ذبح کرنے اور اس کا خون

گرا دینے اور محض اس کا گوشت کھانے کھلانے سے تم اللہ کی خوشنودی حاصل نہیں کر سکتے جب تک تمہارا دل تقوی اخلاص اور خوشدلی کے جذبہ سے لبریز نہ ہو۔ جانور کا گوشت اور اس کا خون خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں نہیں پہنچیں گے وہاں تو تمہارے دل کا تقوی اور اخلاص قبول ہوتا ہے۔ ''کذٰلک سَخَّرَھا الخ''اسی طرح اللہ نے یہ چوپائے تمہارے بس اور تصرف میں دے دیئے ہیں تاکہ تم اللہ کے سامنے اپنی بندگی اور عبودیت اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور بڑائی کا اظہار کرو اور ان چوپایوں کو اللہ کے حکم کے مطابق اللہ کی خوشنودی کے لیے اسی کے نام پر ذبح کرو۔ ''وَبَشِّرِ المُحسِنِینَ''توحید پرستوں اور ہر قسم کے شرک (اعتقادی اور فعلی) سے اجتناب کرنے والوں کے لیے بشارت اخروی ہے۔ وبشر المحسنین قال ابن عباس الموحدین۔ (معالم و خازن ج 5 ص 19)۔امام العزیمت سیدنا ابراہیم علیہ الصلواۃ والسلام کے مختصر احوال کے بعد قربانی کے احکام کی طرف آتے ہیں،

قربانی کے احکام ومسائل

قربانی کے احکام اگر ہم اپنے انتخاب اور صوابدید پر ذکر کریں گے تو شائد ہم اسکا حق ادا نہ کر سکیں، اسوجہ سے بندہ نے ضروری سمجھا کہ اس موضوع پر ہمارے اکابرین نے جو کچھ لکھا ہے اور جمع فرمایا ہے، اسمیں اخلاص کے ساتھ پختگی علم و عمل بھی واضح ہے، لہذا اپنے اکابرین کی تحقیق پر اعتماد کرنے میں زیادہ احتیاط ہے، اسوجہ سے

قربانی کے متعلق فقہی مسائل میں حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی ولی حسن ٹونکی نور اللہ مرقدہٗ کا تحریر کردہ مسائل کافی شافی ہیں ان شاءاللہ تعالیٰ۔ درج ذیل مسائل ماہنامہ بینات کی زینت بھی بن چکے ہے وہی مسائل یہاں بھی نذرِ قارئین ہے۔

عشرۂ ذی الحجہ کے فضائل:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے عشرۂ ذی الحجہ سے بہتر کوئی زمانہ نہیں،ان میں ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر اور ایک رات کی عبادت شب قدر کی عبادت کے برابر ہے۔''(ترمذی،ابن ماجہ)

قرآن مجید میں سورۂ ''والفجر''میں اللہ تعالیٰ نے دس راتوں کی قسم کھائی ہے اور وہ دس راتیں جمہور کے قول کے مطابق یہی عشرۂ ذی الحجہ کی راتیں ہیں۔ خصوصاً نویں ذی الحجہ کا روزہ رکھنا ایک سال گزشتہ اور ایک سال آئندہ کے گناہوں کا کفارہ ہے اور عید کی رات میں بیدار رہ کر عبادت میں مشغول رہنا بڑی فضیلت اور ثواب کا موجب ہے۔

تکبیر تشریق:

''أللہ أکبر أللہ أکبر لا إلٰہ إلا اللہ واللہ أکبر أللہ أکبر وللہ الحمد''۔

نویں تاریخ کی صبح سے تیرہویں تاریخ کی عصر تک ہر نماز کے بعد باآوازِ بلند ایک مرتبہ مذکورہ تکبیر کہنا واجب ہے۔ فتویٰ اس پر ہے کہ باجماعت اور تنہا نماز پڑھنے والے اس میں برابر ہیں،اس طرح مرد وعورت دونوں پر واجب ہے،البتہ عورت باآوازِ بلند تکبیر نہ کہے، آہستہ سے کہے۔(شامی)

عید الاضحی کے دن مذکورہ ذیل امور مسنون ہیں:

صبح سویرے اُٹھنا، غسل و مسواک کرنا، پاک و صاف عمدہ کپڑے جو اپنے پاس ہوں پہننا، خوشبو لگانا، نماز سے پہلے کچھ نہ کھانا، عیدگاہ کو جاتے ہوئے راستہ میں باآوازِ بلند تکبیر کہنا۔

نمازِ عید:

نماز عید دو رکعت ہیں۔ نمازِ عید اور دیگر نمازوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ اس میں ہر رکعت کے اندر تین تین تکبیریں زائد ہیں۔ پہلی رکعت میں ''سبحانک اللہم''پڑھنے کے بعد قراءت سے پہلے اور دوسری رکعت میں قراءت کے بعد رکوع سے پہلے۔ ان زائد تکبیروں میں کانوں تک ہاتھ اٹھانے ہیں۔ پہلی رکعت میں دو تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دیں، تیسری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیں۔ دوسری رکعت میں تینوں تکبیروں کے بعد ہاتھ چھوڑ دیئے جائیں، چوتھی تکبیر کے ساتھ رکوع میں چلے جائیں۔

اگر دورانِ نماز امام یا کوئی مقتدی عید کی زائد تکبیریں یا ترتیب بھول جائے تو ازدحام کی وجہ سے نماز درست ہوگی، سجدۂ سہو بھی ضروری نہیں۔

☆...اگر کوئی نماز میں تاخیر سے پہنچا اور ایک رکعت نکل گئی تو فوت شدہ رکعت کو پہلی رکعت کی ترتیب کے مطابق قضاء کرے گا، یعنی ثناء ''سبحانک اللہم''کے بعد تین زائد تکبیریں کہے گا اور آگے ترتیب کے مطابق رکعت پوری کرے گا۔ نمازِ عید کے بعد خطبہ سننا مسنون ہے۔ خطبہ سننے کا اہتمام کرنا چاہیے، خطبہ سے پہلے اٹھنا درست نہیں ہے۔

فضائل قربانی:

قربانی کرناواجب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد ہر سال قربانی فرمائی، کسی سال ترک نہیں فرمائی۔ جس عمل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لگاتار کیااور کسی سال بھی نہ چھوڑاہو تو یہ اُس عمل کے واجب ہونے کی دلیل ہے۔ علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی نہ کرنے والوں پر وعید ارشاد فرمائی۔ حدیث پاک میں بہت سی وعیدیں ملتی ہیں، مثلاً: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ جو قربانی نہ کرے، وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے۔ علاوہ ازیں خود قرآن میں بعض آیات سے بھی قربانی کا وجوب ثابت ہے۔ جو لوگ حدیث پاک کے مخالف ہیں اور اس کو حجت نہیں مانتے، وہ قربانی کا انکار کرتے ہیں، ان سے جو لوگ متاثر ہوتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ پیسے دے دیئے جائیں یا یتیم خانہ میں رقم دے دی جائے، یہ بالکل غلط ہے، کیونکہ عمل کی ایک تو صورت ہوتی ہے، دوسری حقیقت ہے، قربانی کی صورت یہی ضروری ہے، اس کی بڑی مصلحتیں ہیں، اس کی حقیقت اخلاص ہے۔ آیت قرآنی سے بھی یہی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ قربانی کی بڑی فضیلتیں ہیں، مسند احمد کی روایت میں ایک حدیث پاک ہے، حضرت زید بن ارقمؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ: یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قربانی تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا: ہمارے لیے اس میں کیا ثواب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے ایک ایک بال کے عوض ایک نیکی ہے۔ اون کے متعلق فرمایا: اس کے ایک ایک بال کے عوض بھی ایک نیکی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قربانی کے دن اس سے زیادہ کوئی عمل محبوب نہیں، قیامت کے دن قربانی کا جانور سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ لایا جائے گا اور خون کے زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالٰی کے یہاں قبولیت کی سند لے لیتا ہے، اس لیے تم قربانی خوش دلی سے کرو۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں: قربانی سے زیادہ کوئی دوسرا عمل نہیں، الا یہ کہ رشتہ داری کا پاس کیا جائے۔ (طبرانی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ارشاد فرمایا کہ: تم اپنی قربانی ذبح ہوتے وقت موجود رہو، کیونکہ پہلا قطرہ خون گرنے سے پہلے انسان کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

قربانی کی فضیلت کے بارے میں متعدد احادیث ہیں، اس لیے اہل اسلام سے درخواست ہے کہ اس عبادت کو ہرگز ترک نہ کریں جو اسلام کے شعائر میں سے ہے۔ اور اس سلسلہ میں جن شرائط و آداب کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے، اُنہیں اپنے سامنے رکھیں اور قربانی کا جانور خوب دیکھ بھال کر خریدیں۔



بسم اللہ الرحمن الرحیم

درسِ حدیث

عشرہ ذوالحجہ کی فضیلت

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

ذوالحجہ کے پہلے دس دنوں کی فضیلت، قرآن وسنت کی روشنی میں درج ذیل ہے:

1 اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ یعنی مجھے فجر اور دس راتوں کی قسم ہے۔امام ابن کثیر رحمہ اللہ بحوالہ بخاری فرماتے ہیں: ''اس سے مراد ذوالحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں''۔

2 سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان دس دنوں میں اللہ تعالیٰ کو عمل صالح بہت پسند ہے''آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا جہاد فی سبیل اللہ سے بھی زیادہ یہ دن پسند ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں! یہ دن جہاد فی سبیل اللہ سے بھی بہتر ہیں سوائے اس شخص کے جو اپنے مال اور جان کو لے کر نکلے اور کسی چیز کو واپس لے کر نہ آئے''(بحوالہ بخاری)۔

3 سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ان دس دنوں سے بڑھ کر اور سب سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کو کوئی اور دن نہیں ہیں لہٰذا تم ان دنوں میں کثرت سے تسبیح، تحمید اور تہلیل کیا کرو''۔(بحوالہ طبرانی)۔

4 سعید بن جبیر فرماتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ایام عشرہ میں سخت ترین محنت سے عمل صالح فرماتے تھے۔(بحوالہ دارمی)۔امام ابن حجر رحمہ اللہ کے مطابق اس عمل صالح کی وجہ غالباً یہ ہے کہ ان دنوں میں حج کا اجتماع منعقد ہوتا ہے اور حج اسلام کے ارکین میں شامل ہے۔

مستحب اعمال

1 کثرت سے نوافل ادا کرنا۔ نمازوں میں مکمل پابندی کرنا، کثرت سجود سے قربِ الٰہی کا حاصل کرنا۔(صحیح مسلم)۔

2 نفل روزے کا اہتمام کریں۔ کیونکہ اعمال صالحہ میں روزے شامل ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو روزے رکھتے تھے یوم عاشور، محرم اور ہر مہینے تین روزے رکھنا بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔(بحوالہ ابوداؤد، مسند احمد)۔

3 کثرت سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنا بھی ان ایام کا ایک معروف فعل ہے۔امام بخاری رحمہ اللہ کے مطابق سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم بازاروں میں جاتے تھے، خود بھی تکبیرات کہتے اور لوگ بھی تکبیریں بلند آواز سے پڑھتے تھے۔سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے خیمے میں بلند آواز سے تکبیریں کہتے تو اہل مسجد اس کو سن کر جواباً تکبیریں کہتے تھے۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نمازوں کے بعد، گھر میں، آتے جاتے، پیدل چلتے ہوئے تکبیریں کہتے تھے۔افسوس صد افسوس کہ ان ایام میں یہ عظیم سنت ختم ہوگئی ہے۔ تکبیر ان الفاظ سے کہی جاتی تھی:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا

اللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ

4 یومِ عرفہ کا روزہ رکھنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں اُمید کرتا ہوں کہ یومِ عرفہ کا روزہ ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے''(صحیح مسلم) لیکن یہ روزہ حاجیوں کے لئے نہیں ہے۔

5 قربانی کا دن مسلمانوں کی عظیم الشان قربانی اور اللہ تعالیٰ کی عظمت وشان کی نشاندہی کرتا ہے۔ تمام علماء کے مطابق سال کا افضل ترین دن قربانی کا دن ہے۔ سنن ابوداؤد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''قربانی کا دن افضل ترین دن ہے''۔

احکام قربانی

قربانی کرنا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے

قربانی کرنے والا ذوالحجہ کے ابتدائی دس دنوں تک اپنے بدن کے بال نہ کاٹے۔ اُمّ المؤمنین سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب عشرۂ ذوالحجہ شروع ہو جائے اور کوئی قربانی کا ارادہ کر لے تو اس کو چاہیے کہ وہ اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے''(صحیح مسلم) اس عمل کی حکمت یہ ہے کہ قربانی کرنے والا حج کے اعمال میں شریک ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے رسول نے ہمیں یوم عید اور ایام تشریق میں چند اُمور کا حکم دیا ہے:

1 بلند آواز میں تکبیریں کہنا، یوم عرفہ سے لے کر، ایام تشریق کے آخری دن عصر تک اور یاد رہے کہ آخری دن بارہویں ذوالحجہ کو ہوتا ہے۔ بازاروں، گھروں اور مساجد میں تکبیر کا ورد جاری رکھیں۔

2 قربانی، نماز عید کے بعد کی جاتی ہے۔ پہلے کرنا منع ہے۔(صحیح مسلم)۔ خوشبو لگائیں۔ غسل کریں۔ اچھے لباس پہنے لیکن اسراف اور نمود ونمائش سے پرہیز کرے۔ عید کے دن کھیل تماشے، محفل موسیقی، رقص وسرود کی محفلیں سجاتے نہ گزاریں۔ فضول خرچی اور فخر وریا کرنا منع ہے۔ گوشت سارا خود نہ کھائیں بلکہ غرباء کو بھی دیں۔

آئیے مسائل پوچھئے

حج اور عید الاضحی کے موقع پہ ان سے متعلق اہم فقہی مسائل کو آپ کے سامنے پیش کیا جارہا ہے۔اس سلسلے کے تحت آپ مختلف موضوعات کے حوالے سے سوالات ادارے کو بھیج سکتے ہیں ان شاء اللہ مفتی صاحب اس کے جواب سے ہماری رہنمائی فرمائیں گے۔

مسائل قربانی

مسئلہ نمبر:۱...جس شخص پر صدقۂ فطر واجب ہے،اُس پر قربانی بھی واجب ہے۔☆...یعنی قربانی کے تین ایام (۱۲،۱۱،۱۰ ذوالحجہ) کے دوران اپنی ضرورت سے زائد اتنا مال یا اشیا جمع ہو جائیں کہ جن کی مالیت ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو تو اس پر قربانی لازم ہے، مثلاً: رہائشی مکان کے علاوہ کوئی مکان ہو، خواہ تجارت کے لیے ہو یا نہ ہو، اسی طرح ضروری سواری کے طور پر استعمال ہونے والی گاڑی کے علاوہ گاڑی ہو تو ایسے شخص پر بھی قربانی لازم ہے۔مسئلہ نمبر:۲...مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

مسئلہ نمبر:۳...قربانی کا وقت دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ کی شام تک ہے، بارہویں تاریخ کا سورج غروب ہو جانے کے بعد درست نہیں۔ قربانی کا جانور دن کو ذبح کرنا افضل ہے، اگرچہ رات کو بھی ذبح کر سکتے ہیں، لیکن افضل بقرہ عید کا دن، پھر گیارہویں اور پھر بارہویں تاریخ ہے۔

مسئلہ نمبر:۴...شہر اور قصبوں میں رہنے والوں کے لیے عید الاضحی کی نماز پڑھ لینے سے قبل قربانی کا جانور ذبح کرنا درست نہیں ہے۔دیہات اور گاؤں والے صبح صادق کے بعد فجر کی نماز سے پہلے بھی قربانی کا جانور ذبح کر سکتے ہیں۔اگر شہری اپنا جانور قربانی کے لیے دیہات میں بھیج دے تو وہاں اس کی قربانی بھی نمازِ عید سے قبل درست ہے اور ذبح کرانے کے بعد اس کا گوشت منگوا سکتا ہے۔

مسئلہ نمبر:۵...اگر مسافر مالدار ہو اور کسی جگہ پندرہ دن قیام کی نیت کرے، یا بارہویں تاریخ کو سورج غروب ہونے سے پہلے گھر پہنچ جائے، یا کسی نادار آدمی کے پاس بارہویں تاریخ کو غروبِ شمس سے پہلے اتنا مال آجائے کہ صاحب نصاب ہو جائے تو ان تمام صورتوں میں اس پر قربانی واجب ہو جاتی ہے۔ ☆...نیز اگر مسافر مالدار ہو، دورانِ سفر قربانی کے لیے رقم بھی ہو اور وہ پندرہ دن سے کم عرصہ کے لیے رہائش پذیر ہونے کے باوجود بآسانی قربانی کر سکتا ہو تو قربانی کر لینا بہتر ہے۔

مسئلہ نمبر:۶...قربانی کا جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا زیادہ اچھا ہے، اگر خود ذبح نہ کر سکتا ہو تو کسی اور سے بھی ذبح کرا سکتا ہے۔☆...بعض لوگ قصاب سے ذبح کراتے وقت ابتداءً خود بھی چھری پر ہاتھ رکھ لیا کرتے ہیں، ایسے لوگوں کے لیے یہ ضروری ہے کہ قصاب اور قربانی والے دونوں مستقل طور پر تکبیر پڑھیں، اگر دونوں میں سے ایک نے نہ پڑھی تو قربانی صحیح نہ ہوگی۔(شامی، ج:۶، ص:۳۳۴)

مسئلہ نمبر:۷...قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت زبان سے نیت پڑھنا ضروری نہیں، دل میں بھی پڑھ سکتا ہے۔

مسئلہ نمبر:۸...قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت اس کو قبلہ رخ لٹائے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے:

"إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفاً وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، إِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، لَاشَرِيْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ، أَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ"۔ اس کے بعد "بسم اللّٰہ أللّٰہ أکبر" کہہ کر ذبح کرے۔(کذا فی سنن ابی داؤد)

ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے:

"اللّٰهم تقبّله منّی کما تقبّلت من حبيبک محمد وخليلک إبراهيم عليهما الصلوٰة والسلام"۔

مسئلہ نمبر:۹...قربانی صرف اپنی طرف سے کرنا واجب ہے، اولاد کی طرف سے نہیں، اولاد چاہے بالغ ہو یا نابالغ، مالدار ہو یا غیر مالدار۔

مسئلہ نمبر:۱۰...درج ذیل جانوروں کی قربانی ہو سکتی ہے: اونٹ، اونٹنی، بکرا، بکری، بھیڑ، دُنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھینسا۔نیز بکرا، بکری، بھیڑ، دنبہ کے علاوہ باقی جانوروں میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں، بشرطیکہ کسی شریک کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور سب قربانی کی نیت سے شریک ہوں یا عقیقہ کی نیت سے، صرف گوشت کی نیت سے شریک نہ ہوں۔☆...گائے، بھینس اور اُونٹ وغیرہ میں سات سے کم افراد بھی شریک ہو سکتے ہیں

بشرطیکہ کسی شریک کا حصہ ساتویں حصہ سے کم نہ ہو اور سب قربانی کی نیت سے شریک ہوں یا عقیقہ کی نیت سے، صرف گوشت کی نیت سے شریک نہ ہوں۔ ☆... گائے، بھینس اور اُونٹ وغیرہ میں سات سے کم افراد بھی شریک ہو سکتے ہیں، اس طور پر کہ مثلاً چار آدمی ہوں تو تین افراد کے دو دو حصے اور ایک کا ایک حصہ ہو جائے۔ نیز اگر پورے جانور کو چار حصوں میں تقسیم کر لیں، یہ بھی درست ہے۔ یا یہ کہ دو آدمی موجود ہوں تو نصف نصف بھی تقسیم کر سکتے ہیں۔ ☆... اسی طرح اگر کئی افراد مل کر ایک حصہ ایصالِ ثواب کے طور پر کرنا چاہیں تو یہ بھی جائز ہے، البتہ ضروری ہے کہ سارے شرکا اپنی اپنی رقم جمع کر کے ایک شریک کو ہبہ کر دیں اور وہ اپنی طرف سے قربانی کر دے، اس طرح قربانی کا حصہ ایک کی طرف سے ہو جائے گا اور ثواب سب کو ملے گا۔

مسئلہ نمبر ۱۱... اگر قربانی کا جانور اس نیت سے خریدا کہ بعد میں کوئی مل گیا تو شریک کر لوں گا اور بعد میں کسی اور کو قربانی یا عقیقہ کی نیت سے شریک کیا تو قربانی درست ہے اور اگر خریدتے وقت کسی اور کو شریک کرنے کی نیت نہ تھی، بلکہ پورا جانور اپنی طرف سے قربانی کرنے کی نیت سے خریدا تھا تو اب اگر شریک کرنے والا غریب ہے تو کسی اور کو شریک نہیں کر سکتا اور اگر مالدار ہے تو شریک کر سکتا ہے، البتہ بہتر نہیں۔ ☆... ایک جانور قربانی کرنے کے لیے خریدا، اگر اس کے بدلے دوسرا حیوان دینا چاہے تو جائز ہے، مگر یہ لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ دوسرا حیوان کم از کم اسی قیمت کا ہو، اگر اس سے کم قیمت کا ہو تو زائد رقم اپنے پاس رکھنا جائز نہیں، بلکہ صدقہ کرنا ضروری ہے۔ ہاں! اگر زبانی طور پر جانور کو متعین نہ کیا ہو، بلکہ یہ ارادہ کیا ہو کہ اگر اچھی قیمت میں فروخت ہو رہا ہو تو فروخت کر دیں گے۔ اس صورت میں اصل قیمت سے زائد رقم اپنے پاس رکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ مسئلہ نمبر: ۱۲... قربانی کا جانور گم ہوا، اس کے بعد دوسرا خریدا، اگر قربانی کرنے والا امیر ہے تو ان دونوں جانوروں میں سے جس کو چاہے ذبح کرے، جب کہ غریب پر ان دونوں جانوروں کی قربانی واجب ہو گی۔ وضاحت: اگر کسی آدمی نے قربانی کے لیے جانور خریدا اور خریدنے کے بعد وہ جانور قربانی کرنے سے پہلے گم ہو جائے تو صاحب حیثیت آدمی پر قربانی کے لیے دوسرا جانور خریدنا ضروری ہے، کیونکہ اس پر قربانی شرعاً واجب تھی اور واجب ادا نہیں ہوا، جبکہ فقیر آدمی پر دوسرا جانور خریدنا اور قربانی کرنا لازم نہیں تھا، اس کے باوجود غریب نے دوسرا جانور بھی خرید لیا، اب اگر مالدار اور غریب ہر دو کا پہلا گم شدہ جانور مل جائے تو امیر پر صرف شرعی واجب (قربانی) کا ادا کرنا لازم ہے، جس جانور کو ذبح کر دے کافی ہے، جب کہ غریب پر خود سے واجب کردہ جانوروں کی قربانی کرنا لازم ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ امیر آدمی پر نصاب کی وجہ سے قربانی واجب تھی، اس نے وہ ادا کر دی، اس کے حق میں جانور متعین نہیں ہوا تھا، اُسے اختیار ہے کہ جس جانور کو چاہے ذبح کر دے، جبکہ غریب آدمی پر قربانی لازم نہیں تھی، غریب نے از خود جانور خرید کر اپنے پر قربانی کو لازم کر لیا اور جو جانور اس نے خریدا وہ بھی متعین ہو گیا، اب پہلا جانور جو غریب کے حق میں قربانی کے نام سے متعین ہو چکا، اگر وہ گم ہو جائے تو اس کے بدلے دوسری قربانی لازم نہ تھی، اس کے باوجود غریب نے دوسرا جانور خرید کر اپنے پر قربانی لازم کر لی، اس بنا پر فقیر آدمی پر دوسری قربانی بھی لازم ہوئی۔ لہٰذا غریب آدمی دونوں جانوروں کی قربانی کرے گا۔ بخلاف مالدار کے کہ اس پر صرف قربانی لازم ہے، جانور متعین نہیں ہے، دونوں جانوروں میں سے کسی ایک کی قربانی کر دے تو کافی ہے۔

مسئلہ نمبر: ۱۳... قربانی کے جانور میں اگر کئی شرکاء ہیں تو گوشت وزن کر کے تقسیم کریں۔

مسئلہ نمبر: ۱۴... بھیڑ، بکری جب ایک سال کی ہو جائے، گائے، بھینس دو سال کی اور اونٹ پانچ سال کا تو اس کی قربانی جائز ہے، اگر اس سے کم ہے تو جائز نہیں۔ ہاں! دنبہ اور بھیڑ (نہ کہ بکرا) اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر کا معلوم ہو تو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔ ☆... موجودہ دور میں جانوروں کو تول کر (وزن کر کے) خرید و فروخت کرنا بھی جائز ہے، ایسی قربانی بلاشبہ درست ہے۔

مسئلہ نمبر: ۱۵... قربانی کا جانور اگر اندھا ہو، یا ایک آنکھ کی ایک تہائی یا اس سے زائد روشنی جاتی رہی ہو، یا ایک کان ایک تہائی یا اس سے زیادہ کٹ گیا ہو، یا دُم ایک تہائی یا اس سے زیادہ کٹ گئی ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے۔ ☆... گائے اور بھینس کے دو تھن یا بکری کا ایک تھن خشک ہو چکا ہو یا پیدائشی طور پر نہ ہوں تو ایسے جانور کی قربانی بھی درست نہیں۔

مسئلہ نمبر: ۱۶... اسی طرح اگر جانور ایک پاؤں سے لنگڑا ہے، یعنی تین پاؤں سے چلتا ہے، چوتھے پاؤں کا سہارا نہیں لیتا تو ایسے جانور کی قربانی بھی جائز نہیں۔ ہاں! اگر وہ چوتھے پاؤں سے سہارا لیتا ہے، لیکن لنگڑا کے چلتا ہے تو ایسے جانور کی قربانی درست ہے۔ مسئلہ نمبر: ۱۷... قربانی کا جانور خوب موٹا تازہ ہونا چاہیے، اگر جانور اس قدر کمزور ہو کہ ہڈیوں میں گودا بالکل نہ رہا ہو، تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں ہے۔ ☆... بعض لوگ موٹا تازہ جانور محض دکھلاوے یا ریاو نمود کے لیے خریدتے ہیں، ایسے لوگ قربانی کے ثواب سے محروم ہوتے ہیں، ان پر لازم ہے کہ وہ موٹا تازہ جانور تلاش کرتے ہوئے محض ثواب کی نیت کریں۔

مسئلہ نمبر: ۱۸... اگر کسی جانور کے تمام دانت گر گئے ہوں تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے اور اگر اکثر دانت باقی ہوں، کچھ گر گئے ہوں تو قربانی جائز ہے۔ ☆... اگر کسی جانور کی عمر پوری ہو اور دانت نہ نکلے ہوں تو بھی قربانی ہو سکتی ہے، تاہم اس سلسلہ میں صرف جانوروں کے عام سودا گروں کی بات معتبر نہیں ہے،

،بلکہ یقین سے معلوم ہوناضروری ہے یایہ کہ خود گھر میں پالاہوا جانور ہو تو اس کی قربانی کی جاسکتی ہے۔

مسئلہ نمبر:١٩...جس جانور کے پیدائشی کان ہی نہ ہوں،اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔

مسئلہ نمبر:٢٠...اگر کسی جانور کے سینگ بالکل جڑ سے ٹوٹ چکے ہوں،اس طور پر کہ دماغ اس سے متاثر ہوا ہو تو ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں اور اگر معمولی ٹوٹے ہوں یا سرے سے سینگ ہی نہ ہوں، جیسے: اونٹ تو بلا کراہت جائز ہے۔☆...اسی طرح گائے، بکری وغیرہ کے اگر پیدائشی سینگ نہ ہوں تو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔

مسئلہ نمبر:٢١...خارش زدہ جانور کی قربانی جائز ہے،البتہ اگر خارش کی وجہ سے بے حد کمزور ہو گیا ہو تو پھر جائز نہیں۔

مسئلہ نمبر:٢٢...اگر قربانی کے جانور میں کوئی عیب پیدا ہوا جس کے ہوتے ہوئے قربانی درست نہ ہو تو مالدار شخص کے لیے یہ ضروری ہے کہ دوسرا جانور اس کے بدلے خرید کر قربانی کرے، غریب ہے تو اسی جانور کی قربانی کر سکتا ہے۔☆...اگر قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کے لیے گراتے ہوئے کوئی عیب پیدا ہو جائے، مثلاً: ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ جائے یا سینگ وغیرہ ٹوٹ جائے تو اس سے قربانی پر اثر نہیں پڑے گا،البتہ جانور کو گراتے وقت احتیاط کرنا چاہیے۔

مسئلہ نمبر:٢٣...قربانی کے گوشت میں بہتر یہ ہے کہ تین حصے کرے،ایک حصہ اپنے لیے رکھے،ایک حصہ اپنے رشتہ داروں کو دے اور ایک حصہ فقراء ومساکین کو دے،لیکن اگر سارے کا سارا اپنے لیے رکھے تب بھی جائز ہے۔

مسئلہ نمبر:٢٤...قربانی کی کھال کسی کو خیرات کے طور پر دے یا فروخت کر کے اس کی قیمت فقراء کو دے،البتہ اگر کسی دینی تعلیم کے مدرسہ اور جامعہ کو دے دے تو سب سے بہتر ہے، کیونکہ علم دین کا احیاء سب سے بہتر ہے۔

مسئلہ نمبر:٢٥...قربانی کی کھال کو اپنے مصرف میں بھی لایا جاسکتا ہے،اس طور پر کہ اس کا عین باقی رہے، مثلاً: مصلیٰ بنائے یا رسی یا چھلنی بنائے تو درست ہے۔

مسئلہ نمبر:٢٦...قربانی کی کھال کی قیمت مسجد کی مرمت یا امام ومؤذن یا مدرس یا خادم کی تنخواہ میں نہیں دی جاسکتی، نہ اس سے مدارس کی تعمیر ہوسکتی ہے اور نہ شفاخانوں یا دیگر رفاہی اداروں کی۔

مسئلہ نمبر:٢٧...قربانی کی کھال قصائی کو اجرت میں دینا جائز نہیں۔☆...اگر کسی کی قربانی کی کھال چوری ہو گئی یا چھن گئی تو اُسے چاہیے کہ وہ کھال کی رقم صدقہ کر دے، اگر استطاعت نہ ہو تو کوئی حرج نہیں، قربانی پر فرق نہیں پڑے گا۔

مسئلہ نمبر:٢٨...اگر قربانی کے تین دن گزر گئے اور قربانی نہیں کی تو اب ایک بکری یا بھیڑ کی قیمت خیرات کر دے، اور اگر جانور خریدا تھا، مگر قربانی نہیں کی تو بعینہ وہی جانور خیرات کر دے۔

مسئلہ نمبر:٢٩...ایصال ثواب کے لیے قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے اور دوسروں کو بھی کھلا سکتا ہے۔

مسئلہ نمبر:٣٠...اگر کسی شخص کے حکم کے بغیر اس کی طرف سے قربانی کی تو قربانی نہیں ہو گی۔اسی طرح اگر کسی شخص کو اس کے حکم واجازت کے بغیر قربانی میں شریک کیا تو کسی کی بھی قربانی نہیں ہو گی،اسی طرح اگر حصہ داروں میں سے کوئی ایک صرف گوشت کی نیت سے شریک ہے تو کسی کی قربانی صحیح نہ ہو گی۔

مسئلہ نمبر:٣١...قربانی کا گوشت غیر مسلم کو بھی دے سکتا ہے،البتہ کسی کو اجرت میں نہیں دے سکتا۔

مسئلہ نمبر:٣٢...گابھن جانور کی قربانی صحیح ہے،اگر بچہ زندہ نکلے تو اس کو بھی ذبح کر دے۔اور گوشت آپس میں تقسیم کرنے کی بجائے صدقہ کر دیا جائے۔☆...قربانی کے جانور کے بال کاٹنا یا دودھ دوھنا درست نہیں ہے، اگر کسی نے ایسا کیا تو اُسے صدقہ کرے، اگر بیچ دیا تو اس کی رقم کو صدقہ کرنا واجب ہے۔(بدائع،ج:٥،ص:٧٨)

مسئلہ نمبر:٣٣...جو شخص قربانی کرنا چاہے اس کے لیے مستحب یہ ہے کہ یکم ذوالحجہ سے قربانی کا جانور ذبح ہونے تک نہ اپنے جسم کے بال کاٹے اور نہ ناخن۔(ابوداؤد)☆...البتہ اگر زیر ناف اور بغل کے بالوں پر چالیس روز کا عرصہ گزر چکا ہو تو ان بالوں کی صفائی کرنا بہتر ہے۔

مسئلہ نمبر:٣٤...قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ تک بھی رکھ سکتا ہے۔(ابوداؤد)

مسئلہ نمبر:٣٥...جانور ذبح کرنے کے لیے چھری خوب تیز ہونی چاہیے،تاکہ جانور کو تکلیف نہ ہو۔(ابوداؤد)

مسئلہ نمبر:٣٦...اگر کوئی شخص اپنی قربانی کا گوشت سارا کا سارا کسی اور کو کھلا دے،خود کچھ بھی نہ کھائے تو ایسا کر سکتا ہے۔(کتاب الآثار)



مسئلہ نمبر:۳۷... خصی جانور کی قربانی جائز، بلکہ افضل ہے، کیونکہ اس میں دوسرے کی بہ نسبت گوشت زیادہ ہوتا ہے۔
مسئلہ نمبر:۳۸...ذبح کرتے وقت تکبیر کے علاوہ کچھ اور نہیں کہنا چاہیے، مثلاً: ''باسم اللہ تقبل من فلان''۔(کتاب الآثار)
مسئلہ نمبر:۳۹...اگر کسی نے قربانی کی نذر مانی اور وہ کام ہو جائے تو قربانی واجب ہے، اس کے گوشت سے خود نہیں کھا سکتا، سارا فقراء اور مساکین کو کھلا دے۔
مسئلہ نمبر:۴۰...اگر کسی شخص کی ساری یا اکثر آمدنی حرام کی ہو تو اس کو اپنے ساتھ قربانی میں شریک نہیں کرنا چاہیے۔ اگر شریک کیا تو کسی کی قربانی نہیں ہوگی۔ ایسا شخص جس کی ساری کمائی حرام کی ہو، اس پر قربانی لازم نہیں، کیونکہ اس کا سارا مال واجب التصدق (بلانیتِ ثواب صدقہ کرنا ضروری) ہے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ حرام مال سے کسی کا صدقہ قبول نہیں فرماتے، بلکہ وہاں صرف پاکیزہ مال سے کیا ہوا صدقہ وخیرات قبول ہوتا ہے۔
مسئلہ نمبر:۴۱... بکری کے علاوہ دوسرے کسی جانور میں تمام شرکاء اپنا اپنا حصہ تقسیم کئے بغیر فقراء کو دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں۔ ☆...البتہ اگر نذر کی قربانی ہو یا مرحوم کی وصیت کے تحت قربانی کر رہے ہیں تو پھر تقسیم سے پہلے کسی فقیر کو دینا درست نہیں۔
مسئلہ نمبر:۴۲... کسی نے مرتے وقت وصیت کی کہ میرے مال سے قربانی کی جائے تو اس قربانی کا سارا گوشت خیرات کرنا ضروری ہے، خود کچھ بھی نہ کھائے۔ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو قربانی کی روح اور حقیقت سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہماری یہ ظاہری قربانی حقیقی قربانی کے لیے پیش خیمہ ہو اور ہم اس ظاہری ومادی قربانی کی طرح اللہ کے حکم پر اپنی جان کی قربانی کے لیے بھی ہمیشہ تیار رہیں۔

واللّٰہ الموفق والمعین وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ محمد وآلہٖ وصحبہٖ أجمعین



محبت کی کہانی---سنتہ ابراھیمی"

(اُم عزّام)

تیز دھوپ اور تپتی ریت میں،ایک وادی بے آب وگیاہ میں تین سوار محو سفر ہیں۔--ایک ایسا سفر جسکی منزل اور اسکا حاصل صرف "محبت" ہے۔چھیانوے(96)سال کے ایک بزرگ اپنی بیوی اور نو مولود کے ساتھ وادی حجاز میں پہنچتے ہیں۔

اپنے عملی "لبیک اللھم لبیک"کا عملی نمونہ پیش کرتے ہوئے کہ

اے اللہ میں حاضر ہوں۔۔۔۔

آپنے یہاں بلایا تھا!میں ان کو تیرے حوالے کر کے چلا۔بزرگ نے پانی کی ایک چھاگل اور کچھ کھانے کا سامان دیا اور اکیلے واپس چل پڑے۔۔

۔بیوی دوڑ کر روکتی ہیں۔"ذرا رکیے۔--آپ ہمیں کہاں چھوڑے جارہے ہیں۔"

یہ الفاظ نہ تھے بلکہ دنیا کی محبت کی زنجیریں تھیں جو کھینچنا چاہتی تھیں۔۔۔

خودی سے اس طلسم رنگ وبو کو توڑ سکتے ہیں

یہی توحید تھی جسکو نہ تو سمجھا نہ میں سمجھا۔

بزرگ نے کوئی جواب نہ دیا اور چلتے رہے۔وفا شعار بیوی نے پھر پوچھا"کیا آپکو اللہ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے؟"

بزرگ نے لمحے کا توقف کیا اور بغیر پلٹے فرمایا"ہاں"اور تیز تیز قدموں سے نظروں سے اوجھل ہوگئے...

مگر اب بیوی بھی مطمئن تھیں کہ پھر اللہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔۔۔۔

جب فاصلہ کافی بڑھا گیا تو بزرگ کے رب نے پکارا

"اے ابراہیم آپ آواز دیجیے۔۔۔۔تمام ارواح کو۔۔۔۔بزرگ جان چکے تھے کہ اس شہر مقدس کو آباد ہونا ہے اور اسمیں پہلی اینٹ "رب کے حضور میری محبتوں کی قربانی(نزرانہ) ہے"

یہ ایک ریت تھی جو ڈل گئی۔اب یہ شہر مقدس شہر حرام ٹھہرا جہاں اسلحہ اٹھانا حرام ٹھہرا۔جہاں لڑائی جھگڑا حرام ٹھہرا کیونکہ یہ مرکز محبت ہے....

کہانی آگے چلتی ہے۔بزرگ آواز دے کر چل دیتے ہیں اور اپنے رب کے حکم کے بغیر کبھی واپس نہیں آتے۔انہوں نے جس کی محبت میں یہ کیا تھا وہ راضی ہو گیا۔اس رب نے بھی اپنے خلیل کی محبت کی لاج رکھی اور ان کی محبتوں کو محفوظ کر لیا اور ضائع ہونے سے بچالیا۔۔۔

ڈھائی ہزار سال گزر جاتے ہیں۔

محبت کی نشانیاں آج بھی وہیں موجود ہیں۔۔۔۔وہ قدموں کے نشان،وہ چار دیواری،وہ پانی،وہ دوڑ کے نشانات اور پہاڑیاں...سب وہیں ہے مگر نسبتیں توڑ دی گئیں۔۔۔اس دنیا کی بے وقعت محبتوں نے بت بن کے اساف اور نائلہ کے نام رکھ لئے اور رب اور اسکے خلیل کی محبت کی یادگاروں پر بیٹھا دی گئیں۔

مگر اس رب سے جو محبت کی جائے وہ ضائع کبھی نہیں ہوتی۔چنانچہ ایک بار پھر حبیب خلیل اللہ کی نسل سے ایک مجدد-رسول-اٹھایا گیا جو تمام بتوں کو توڑ دے اور ایک بار پھر تجدید محبت ووفاء کرے۔۔۔

اس سے جو حقیق محبوب ہے خالق ومالک ہے۔جو محبت کیئے۔جانے کے لائق ہے۔

والذین آمنوا اشد حبا اللہ

پوتے نے دادا ابراھیم والی روایت کا اعادہ کیا اور تجدید محبت و وفا کی - ایک عظیم کارنامہ انجام دیا۔۔۔ اپنے ساتھ ایسے لوگ پیدا کئے جو محبت و وفا میں اپنی مثال آپ بنے۔ وہ اس محبت کے حُرّاس (حفاظت کرنے والے) بن گئے۔ جس پر دجل کی ملمع سازی کی جا چکی تھی۔ ۳٦۰ بت رکھ کر چھپا دیا گیا تھا... مگر وہ وقت اب گزر چکا تھا اب محبوب کے ان حُرّاس (صحابہ) نے اس محبت کو تھام لیا تھا۔ اب کوئی جھوٹ اس کے ارد گرد آ نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ اس شہر نے مرکز رشد و ہدایت بننا تھا.....

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری دور میں ایک جھوٹے، دیوانے نے جسکا نام مسلیمہ تھا۔ اس محبت کو اچکنے کی کوشش کی تو پھر سے رب نے مدینے کا ایک حبیب کھڑا کر دیا جو رسول کا خط لے کر مسلمہ کے دربار میں جا پہنچا۔ اور رسول محبوب کا خط سُنا ڈالا۔ کہ تو کذاب (بڑا جھوٹا) ہے۔
مسلمہ کو شدید غصہ آیا تخت پر ہاتھ مارا اور بولا ذرا اپنے پیچھے مڑ کر میری فوج کو دیکھو پھر
الفاظ دہرانے کی جرأت کرو۔۔۔ یہ الفاظ نہیں بلکہ ایک دھمکی تھی۔ مگر حبیبؓ کو کس کا ڈر۔۔۔۔ وہ تو رب کی محبت سے سرشار۔۔ بولے! میں مدینے کا ایک غریب آدمی ہوں، میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں میں نے مدینہ سے نکلتے ہوئے ان کو پلٹ کر نہ دیکھا تو تیری فوج کو پلٹ کر کیا دیکھوں گا۔
اب حبیبؓ نے اپنی محبتوں کی قربانی کا نذرانہ رب کو پیش کیا اور انہیں وہیں دربار میں کاٹ ڈالا گیا۔
ابھی یہ معاملہ یہاں جاری ہوتا ہے کہ رسول کو مدینہ میں حبیبؓ کے رب نے اطلاع پہنچا دی۔ آپؐ رو دیۓ اور فرمایا میرے حبیبؓ کو شہید کر دیا گیا ہے۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ تھا کہ حق ادا نہ ہوا

آخر کار رب کعبہ کی محبت میں سرشار حُرّاس (صحابہ) نے اس جھوٹے دجال کا خاتمہ کر ڈالا۔ محبتوں کا شہر ایک بار پھر مأمون ہو گیا۔۔۔
وقت گزرتا گیا۔ چودہ سو سال گزر گئے محبتیں ماند پڑنے لگیں۔ بتوں نے پھر دجل و فریب سے اپنی جگہ بنائی۔ لیکن اب ان کا نام اور طریقہ زیادہ خوف ناک تھا۔ اب وہ دولت اور عیش کے نام سے آئے تھے۔
اس بات کو محبوب رسول بتا گئے تھے کہ
"میں تم پر ابتلا اور آزمائشوں سے نہیں ڈرتا بلکہ میں تم پر دنیا کہ کھل جانے سے ڈرتا ہوں" (حدیث)

اور وہی ہوا مال و دولت کے بت سیلاب کی طرح کعبہ کے در و دیوار کو ہلا گئے۔ سال 2019 بتوں کے سوداگروں کا حکم ہوا اور محبوب کا نام کعبہ میں لینا منع کر دیا گیا۔ (نماز--Corona) سب دور دور ہو جاؤ اس عمارت کے قریب نہ جانا۔۔۔ کہیں محبت جوش نہ کھانے لگے۔۔۔۔
اب وہاں شور شرابہ کیا جاتا ہے۔ ناچ گانے (نظر بن حارث کی یاد میں) جن کی آواز طواف کرنے والوں تک پہنچتی ہے اگر کوئی تجدید محبت کا حق ادا ادا کرنے اٹھتا ہے تو اسکو کاٹ ڈالا جاتا ہے۔ اسکا نام لینے والے کی زبان کھینچ لی جاتی ہے۔ محبت ایک مرتبہ پھر اجنبی ہو جاتی ہے۔ کیا خوب کہا تھا رسول محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے۔
" بداء الإسلام غريبا وسيعود كما بداء فطوبا الغرباء وهم الذين يصلحون ما أفسد الناس من بعدی من سُنتی (حدیث).
مگر خلیل اللہ کی محبت ضائع نہیں ہو گی اب کی بار پھر ایک محبوب اٹھنے والا ہے۔ اب کی بار تجدید وفا نہیں ہو گی۔۔۔ بلکہ تکمیل وفا ہو گی۔ دجل کی مکمل سرکوبی کر دی جائے گی اور ابراھیم کی محبت جہاں عالم کی محبت بن جائے گی۔ مگر اس دور کے حُرّاس بھی خاص ہوں گے "جن کا ایک پچھلوں کے 50 کے برابر ہو گا۔"
رسول محبوب ﷺ کی محفل میں ایک بار اسکا ذکر ہوا تو حضرت ابو ھریرۃؓ نے فرمایا اے اللہ کے رسول ﷺ "میرے لئے دعا کیسے میں غزوہ ہند والوں میں سے ہو جاوں جو عیسی سے ملیں گے۔۔۔ پیارے نبی مسکرا دیئے ابو ھریرۃ۔۔۔ دور... بہت دور (یعنی اے ابو ھریرہ وہ وقت بہت دور ہے)

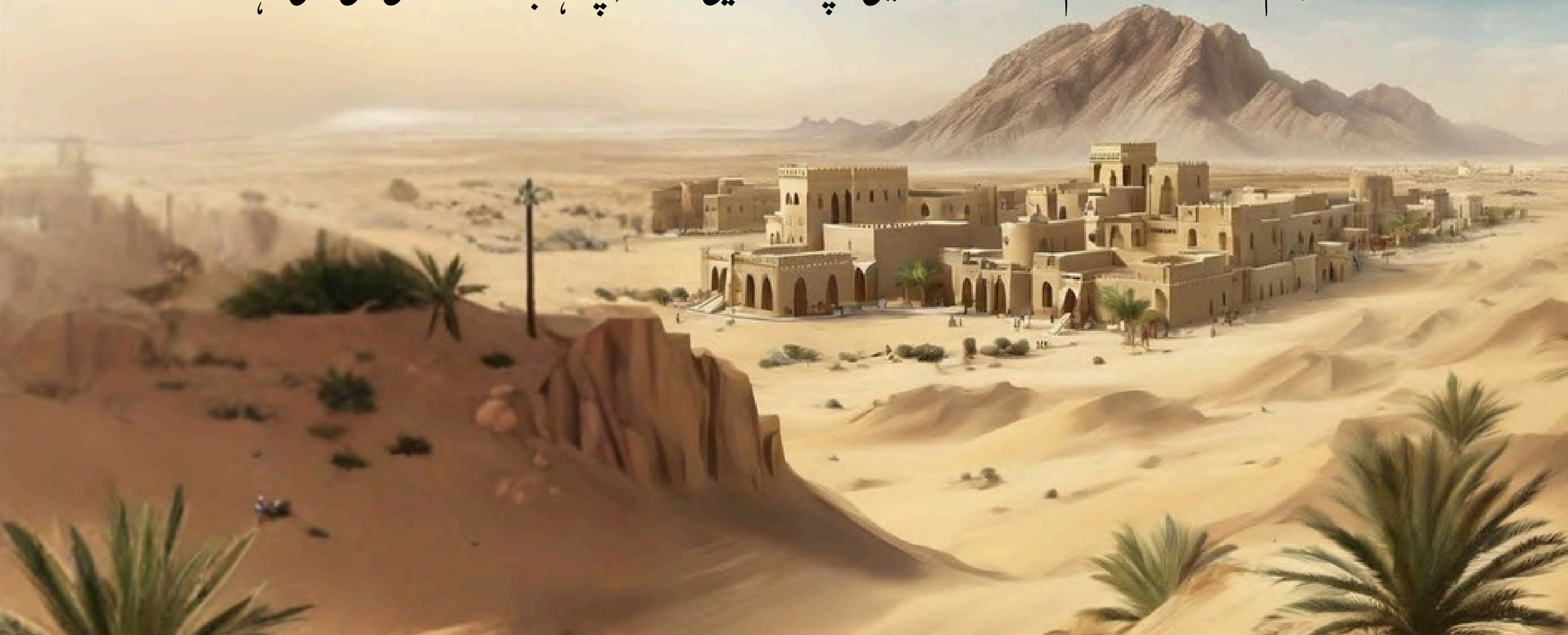
اے قاری اگر تو اس دور میں بھیج دیا گیا ہے تو موقع جانے نہ دے اور محبت الٰہی میں خود کو گھول دے۔ شاید کے تیرے ہاتھ ہی وہ ہاتھ ہوں جو تکمیل محبت کا جھنڈا لگائیں۔ اس محبت کی کہانی میں اس محبت میں ایک خاص کردار خلیل اللہ کی کم سن نوجوان بیوی، حضرت ھاجرہ! کا نظر آتا ہے جو حب الٰہی میں سرشار اپنے شوہر کے شانہ بشانہ چل رہی تھی۔۔۔ ہم کہہ سکتے ہیں حضرت ابراھیم تو پیغمبر تھے، ان پر خدا تعالیٰ کا خاص کرم بھی ہوتا ہے، لیکن ان کی اس استقامت کے پیچھے وہ وفا شعار اطاعت گزار بیوی موجود تھی۔۔۔ جو حالت حمل سے نکلتے ہی، اپنے نومولود بچے کو اٹھائے اپنے ہمسفر کے ساتھ سن سان وادی کی طرف چل دی، بغیر سوال کیا بھروسائے رب چل دی، ان کالے پہاڑوں کے بیچ جب چھوڑ کر جا رہے تھے ابراھیم علیہ السلام، بس جب معلوم ہوا رب کا حکم ہے تو اگلا سوال تک نا کیا۔

الفاظ کو مطلب مل گیا دل کو تسلی مل گئی۔ گرویدہ بندی جب خلیل اللہ کے ساتھ چل پڑی تو ابراھیم وفا کا حق ادا کر سکے، مقصد کی تکمیل ہو سکی

امت مسلمہ کی بہنو اور بیٹیو!

آج ہم سے رب بہت کم مطالبہ کرتا ہے، ھاجرہ علیہا السلام کا میدان تو بہت بڑا تھا اور بہت کٹھن تھا، ان کو وادی میں آزمایا گیا، وہ وہاں دنوں تک تنہا رہی، اپنے نومولود بچے کو پیاس سے تڑپتے دیکھنا ساتھ سن سان وادی میں ڈھیر سارے خطرات کے بیچ تنہا رہنا اور ایک دفعہ بھی شکوہ کے لیے لب نا کھولنا، یہ میدان پار کیا پھر اکیلے اپنے بچے کو پالا پوسا، زندگی بھر بغیر میاں کے گزارا کیا، اپنے بچے کی بہترین تربیت کی کچھ ہی عرصے بعد بیٹے کو ذبح کرنے کا مطالبہ ایک ماں کے لیے جگر گوشے (اپنی اولاد) کو ذبح ہونے کا تصور ہی پاگل کیے دیتا ہے لیکن وہ تو اماں ھاجرہ تھی، رضائے الٰہی حاصل کرنے کی دھن میں مگن، رب ان سے راضی ہوا وہ رب سے راضی ہوں! اس سب کے ساتھ یاد رہے کہ وہ شہزادی تھی، اور شہزادی کے لیے یہ زندگی کتنی ناممکن ہو سکتی تھی لیکن خاندان ابراھیم تو سارے کا سارا ہی وفا کا حق ادا کر چلا۔ پس خدا ہم سے بڑے مطالبے نہیں کرتا! ہم سے مطالبہ کچھ دنیا کی پڑھائیوں اور ڈگریوں کے ہیں، کچھ مطالبہ زندگی گزارنے کے معیار(status of living) کی قربانی کا ہے، کچھ عارضی چیزوں کی قربانیاں، ہمارے بچوں کی تعلیم کی، اپنی صلاحیتوں کو دنیا سے ہٹا کر اللہ کو پیش کرنے کی آزمائشیں ہیں، اپنے زندگی کی آسائشوں کی قربانی، بس اپنے نفوس کی قربانی پیش کرنی ہے، اپنے آپ کو خدا کی اطاعت میں سر تسلیم اطاعت خم کر دینا کا جزبہ پیش کرنا ہے، رب تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیتوں میں سے اسی کی راہ میں خرچ کرنا ہے، اگر تو وہ عظیم لوگ اللہ نے ہمیں دیئے جو حق کے معرکوں میں ہر دم اپنے جانوں کے ساتھ پیش پیش ہیں تو ان کا سہارا بننا ہے، ان کے ایمان کو اپنے ہاں سے بڑھانا ہے۔ ان کا قوت بازو بننا ہے، سب سے بڑھ کر ہمارے محاذوں کو مضبوطی سے تھام لینا ہے (یعنی اپنے گھر) اپنے بھائیوں، اپنے بچوں (خاص کر بیٹوں)، کو اپنے عظیم رب کی خدمت میں پیش کرنا ہے جیسا کہ خلیل اللہ کی باہمت بندی نے نا صرف ایسی تربیت کی بالکہ خود بھی لب نا کھولے جب رب نے بیٹے کی قربانی مانگی ہمیں تب تک محنت کرنی ہے جب تک کہ ملت ابراھیم کا پرچم ہر گھر میں لہرائے۔۔۔

اے اللہ! ہم سے لے لے وہ کام۔۔۔ جما دے ہمیں اپنے راستے ہیں۔۔۔ کہ چاہے جانے کے قابل بس تو ہی ہے۔۔۔۔



صحابیات کی ایمان افروز داستانیں

جہاد سے اشاعتِ دین تک

م ع کے قلم سے

مذہبی خدمات کے سلسلہ میں سب سے اہم خدمت جہاد ہے اور صحابیات (رضی اللہ عنھن) نے جس جوش، جس خلوص، جس عزم اور جس استقلال سے اس خدمت کو ادا کیا اس کی نظیر مشکل سے مل سکے گی۔ غزوہ احد میں جب کافروں نے حملہ کر دیا تھا تو آپ ﷺ کے ساتھ چند جاں نثار رہ گئے تھے۔ حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے پاس پہنچیں، اور سینہ سپر ہو گئیں۔ کفار جب آپ پر بڑھتے تھے تو تیر اور تلوار سے روکتی تھیں، ابن قمیہ جب درّاتا ہوا آپ ﷺ کے پاس پہنچ گیا۔ تو حضرت ام عمارہ (رضی اللہ عنہا) نے بڑھ کر روکا، چنانچہ کندھے پر زخم آیا اور غار پڑ گیا۔ انہوں نے تلوار ماری لیکن وہ دوہری زرہ پہنے ہوا تھا۔ جنگ مسیلمہ میں انہوں نے پامردی سے مقابلہ کر کہ ۱۲ زخم کھائے اور ایک ہاتھ کٹ گیا۔ غزوہ خندق میں حضرت صفیہ (رضی اللہ عنہا) نے جس بہادری سے ایک یہودی کو قتل کیا اور یہودیوں کے حملہ کو روکنے کی جو تدبیر اختیار کی وہ خود حیرت انگیز ہے۔ غزوہ حنین میں حضرت ام سلیم (رضی اللہ عنہا) کا خنجر لے نکلنا ایک مشہور بات ہے۔ جنگ یرموک میں جو خلافت فاروقی میں ہوئی تھی حضرت اسما (رضی اللہ عنہا) بنت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت ام ابان (رضی اللہ عنہا)، ام حکیم (رضی اللہ عنہا)، حضرت خولہ (رضی اللہ عنہا)، اور ام المؤمنین حضرت جویریہ (رضی اللہ عنہا) نے بڑی دلیری سے جنگ کی تھی اور اسما (رضی اللہ عنہا) بنت یزید نے جو انصار کے قبیلہ سے تھیں، خیمہ کی خوب سے ۹ رومیوں کا قتل کیا تھا۔۔ حضرت خنساء (رضی اللہ عنہا) نے تو اپنے بیٹے میدان جہاد میں یکے بعد دیگرے قربان کر دیئے پھر خود میدان جہاد میں اتری۔ اور نہ صرف بری بلکہ بحری لڑائیوں میں بھی صحابیات (رضی اللہ عنھن) شرکت کرتی تھیں۔ ۲۸ھ میں جزیرہ قبرص پر حملہ ہوا تو حضرت ام حرام (رضی اللہ عنہا)، اس میں شامل ہوئیں۔ میدان جنگ میں اس کے علاوہ صحابیات (رضی اللہ عنہا) خدمات بھی سرانجام دیتی تھیں۔ مثلاً۔ پانی پلانا۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کرنا۔ مقتولوں اور زخمیوں کو اٹھا کر میدان جنگ سے لے کر جانا۔ چرخہ کاٹنا۔ تیر اٹھا کر دینا۔ خورد و نوش کا انتظام کرنا۔ قبر کھودنا۔ مجاہدین کو ہمت دلانا۔ چنانچہ حضرت عائشہ (رضی اللہ عنہا)، ام سلیم (رضی اللہ عنہا)، ام سلیط (رضی اللہ عنہا) نے غزوہ احد میں مشک بھر بھر کر زخمیوں کو پانی پلاتی انصار کی چند عورتیں ان کی تیمارداری کرتی تھیں۔ اس مقصد کے لئے وہ سب ہمیشہ آپ ﷺ کے ساتھ غزوات میں شریک ہوا کرتی تھیں۔ ربیع بنت معوذ (رضی اللہ عنہا) وغیرہ نے شہدا و مجرمین کو قتل گاہ سے اٹھا کر مدینہ پہنچایا تھا۔ ام زیادہ الشجعیہ اور دوسری پانچ عورتوں نے غزوہ خیبر چرغہ کاٹ کر مسلمانوں کو مدد دی تھی۔ وہ تیر اٹھا کر لاتی اور ستو پلاتی تھیں۔ حضرت ام عطیہ (رضی اللہ عنہا) نے سات غزوات میں صحابہ (رضی اللہ عنہا) کے لئے کھانا پکایا تھا۔ اغواث اور امارات وغیرہ کی جنگوں میں جو خلافت فاروقی میں ہوئیں، عورتوں اور بچوں نے گور کنی کی خدمت سرانجام دی۔ اور جنگ یرموک میں جب مسلمانوں کا میمنہ ہٹتے ہٹتے حرم کے خیمہ گاہ تک آ گیا تو ہند (رضی اللہ عنہا) اور خولہ (رضی اللہ عنہا) وغیرہ نے پرجوش اشعار پڑھ کر لوگوں کو غیرت دلائی تھی۔ جہادی داستانوں میں بہادری دلیری صحابہ (رضی اللہ عنہا) کی طرح صحابیات (رضی اللہ عنہا) بھی پیش پیش ہیں۔ جہادی عشق جگانے کے لئے ایمان افروز واقعات موجود ہیں۔

اشاعت اسلام بھی مذہب کی ایک بڑی خدمت ہے اور صحابیات (رضی اللہ عنہا) نے اس سلسلے میں خاص کوششیں کی ہیں چنانچہ حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بنت خطاب کی دعوت پر حضرت عمر (رضی اللہ عنہا) نے اسلام قبول کیا تھا۔ ام سلیم (رضی اللہ عنہا) کی ترغیب سے ابو طلحہ (رضی اللہ عنہا) نے آستانہ اسلام پر سر جھکایا عکرمہ (رضی اللہ عنہا) اپنی بیوی ام حکیم (رضی اللہ عنہا) کے سمجھانے پر مسلمان ہوئے تھے۔ اور ام شریک دوسیہ (رضی اللہ عنہا) کی وجہ سے قریش کی عورتوں میں اسلام پھیلا تھا جو نہایت مخفی طور پر اس خدمت کو انجام دیتی تھیں۔ اسلام کی حفاظت بھی ایک اہم کام ہے اور متعدد صحابیات (رضی اللہ عنہا) میں سب سے زیادہ اس خدمت کو حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) نے ادا کیا ہے۔

شہید احسن عزیز کے بیان کردا کچھ اشعار سے اپنا درد

دل سامنے رکھوں گی

سنا تھا ہم نے لوگوں سے

محبت چیز ایسی ہے

چھپائے چھپ نہیں سکتی!

یہ آنکھوں میں چمکتی ہے

یہ چہروں پر دمکتی ہے

یہ لہجوں میں جھلکتی ہے

دلوں تک کو گھلاتی ہے

لہو ایندھن بناتی ہے

اگر سچ ہے..... تو پھر آخر ہمیں

اُس ذاتِ حق سے یہ بھلا کیسی محبت ہے؟

نہ آنکھوں سے چھلکتی ہے

نہ چہروں پر ٹپکتی ہے

نہ لہجوں میں سلگتی ہے

دلوں کو آزماتی ہے نہ راتوں کو رُلاتی ہے

کلیجے منہ کو لاتی ہے نہ فاقوں ہی ستاتی ہے

نہ خاک آلود کرتی اور نہ کانٹوں پر چلاتی ہے

نہ یہ مجنوں بناتی ہے۔۔ عجب!..... ایسی محبت ہے

(فقط دعویٰ سجھاتی ہے)

نہ کعبے کی گلی میں تن پہ انگارے بجھاتی ہے

نہ غارِ ثور میں چپکے سکینت بن کے چھاتی ہے

حرا تک لے بھی جائے، قُدس سے نظریں چراتی ہے!

ہم اپنے دعویٔ حق محبت پر ہوئے نادم

تو پلکوں کے کناروں سے جھڑی سی لگ گئی اور پھر

کہیں سے بجلیاں کوندیں۔۔ صدا آئی.........

ذرا اس آنکھ کی بندش کے دم بھر منتظر رہنا

وہاں خود جان جاؤ گے

محبت کی حقیقت کو!

سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

اولاد کی تربیت اور سیدنا ابراهیم علیه السلام کا منهج

بسم الله الرحمن الرحيم

اعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ * بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَوَهَبْنَا لَهٗ إِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَآتَيْنٰهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِينَ ۞

(العنكبوت: 27)

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصلوة (ابراهيم: 37]

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ۞ (الصافات: 100)

موجودہ دور میں مادیت پرستی کا غلبہ ہے، زیادہ پیسہ کمانے کی دوڑ میں ہر کوئی دوسرے سے آگے نکلنا چاہتا ہے، اس کے سبب سے والدین اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت اور اخلاقیات سکھانے اور کردار سازی پر غافل ہو گئے ہیں۔ اس فتنے میں والدین بھی مبتلا ہوئے، جو اولاد کی اسلامی تربیت کرنے میں غفلت کا شکار ہوئے ہیں۔ حتی کہ انھیں اولاد کے معمولات، روزمرہ کے کاموں، حلال وحرام کے فرق اور فرائض کی ادائیگی کی کوئی پرواہ نہیں۔

آج معاشرتی سطح پر ضرورت ہے کہ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی سیرت کے نمایاں پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے، سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے بحیثیت والد بیٹے اسماعیل علیہ السلام کی کیسے تربیت فرمائی کہ وہ باادب، توحید پرست، اللہ کے نبی، والدین کے خدمت گزار اور فرمان بردار بیٹے بن جاتے ہیں۔

درحقیقت والدین کی دعائیں، نیک عمل کا نمونہ، اسلامی تربیت کی فکر اور اخلاقیات سکھانے کی کوشش کا نتیجہ ہوتا ہے کہ اولاد نیک بنتی ہے اور نسلیں ہدایت کی راہ پر چلتی ہیں

سیرت ابراہیم علیہ السلام میں تربیت اولاد کے اصول

فتنوں کے دور میں ضروری ہے کہ والدین اپنی اولاد کی بہتر دینی تعلیم وتربیت کی فکر کریں، اس پر غور کریں، تاکہ ہمارا قیمتی اثاثہ ضائع ہونے سے بچ جائے اور مرنے کے بعد نیک اولاد ہمارے لیے دعا کر سکے۔

نیک اولاد کی دعا کیجئے:

اللہ تعالٰی نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو لمبے عرصے تک اولاد کی نعمت سے نہیں نوازا، اس کے بعد جناب خلیل اللہ اپنے رب کریم کے حضور دعائیں کرنے لگے: رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ۞ (الصافات: 100) "اے میرے رب! مجھے ایک صالح (لڑکا) عطا فرما۔

سیدنا ابراہیم السلام نے اولاد کو صبر و شکر کا درس دیا:

سیدنا ابراہیم علیہ السلام ایک مرتبہ اپنے بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام سے ملاقات کے لیے فلسطین سے مکہ مکرمہ تشریف لائے، جب گھر آئے تو سیدنا اسماعیل علیہ السلام گھر پر نہ تھے، شکار کے لیے گئے تھے، انھوں نے خاتون خانہ سے خیریت پوچھی تو بیوی نے شکوہ کیا۔ مختصر یہ کہ جاتے ہوئے سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے کہا: جب رات کو اسماعیل آئے تو اُسے کہنا: اپنے گھر کی چوکھٹ بدل لینا۔ جب رات کو جناب اسماعیل علیہ السلام گھر آئے، بیوی نے قصہ بیوی سنایا اور کہا: باباجی کہہ کر گئے ہیں کہ اپنے گھر کی چوکھٹ بدل لو۔ سیدنا اسماعیل علیہ السلام فوراً سمجھ گئے کہ چوکھٹ سے مراد بیوی ہے۔

باپ کی اطاعت کرتے ہوئے بیوی کو طلاق دے دی اور نئی جگہ شادی کر لی، حدیث میں آتا ہے کہ پھر ایک مدت کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام دوبارہ تشریف لائے تو انھوں نے بیوی سے حال پوچھا: خاتون خانہ نے کہا: الحمدللہ ہم بالکل خیریت سے اور ہمارا گزر بسر بھی بہت اچھا ہو رہا ہے۔ صحیح البخاری

اولاد کی تربیت میں ماں کا کردار اور سیدہ ھاجرہ علیہا السلام:

تاریخ گواہ ہے کہ ماؤں کی تربیت ہی اولاد کو سنوارتی اور بناتی ہیں۔مائیں ہی اپنے بچے کو عقیدہ، فرائض اور اخلاق کا سبق دیتی ہیں۔ باپ کا زیادہ تر وقت کاروبار میں باہر گزرتا ہے، جب کہ ماں بچے کے ساتھ زیادہ وقت گزارتی ہے، ویسے بھی اللہ تعالیٰ نے ماں کے دل کو نرم بنایا ہے، جس کا تربیت کے لحاظ سے بہت اثر ہوتا ہے۔اصل سوال سمجھنے والا یہ ہے کہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی تربیت کرنے میں ماں کا کردار بہت عظیم رہا ہے۔ لہذا اس کردار کو دوبارہ اجاگر کرنے کی ضرورت ہے۔

اولاد کی اسلامی تربیت کرنے کی فکر کرنی چاہیے:

اولاد کے نیک ہونے کی فکر کرنی چاہیے، شروع ہی سے انھیں دینی تعلیم سے آراستہ کریں اور فرائض کی پابندی کروائیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو جب امام الناس کا رتبہ ملا تو انھوں نے فوراًاپنے رب سے کہا: کیا میری اولاد کو بھی یہ مقام ملے گا؟اس کے جواب میں اللہ تعالی نے فرمایا: قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظَّالِمِينَ

''میرا وعدہ ظالموں کو نہیں پہنچتا۔'' (البقرۃ:124]

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اولاد کو توکل علی اللہ کا درس دیا:

سیدنا ابراہیم عالسلام جب بیوی اور ننھے اسماعیل عالی نام کو چھوڑ کر جانے لگے تو بیوی سیدہ ھاجرہ پوچھتی ہیں: ہمیں یہاں کس کے سہارے چھوڑ کے جا رہے ہو، لیکن سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مڑ کر دیکھا اور ہی نہ کوئی جواب دیا حتی کہ بیوی پیچھے ھ چلتی ہوئی ''کداء نامی جگہ تک پہنچ جاتی ہے اور پوچھتی ہے: کیا یہ اللہ کے حکم سے ہے یا اپنی مرضی سے ایسا کر رہے ہو؟

اب جناب ابراہیم علیہ السلام جواب دیتے ہیں کہ یہ اللہ کے حکم سے کر رہا ہوں، تو ام اسماعیل مطمئن ہو کر کہتی ہیں:

((اِذًا لايُضيعنا)) پھر اللہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ صحيح البخاري، رقم:3364

اولاد ابراہیم کا کائنات پر احسان عظیم:

جب سیدہ ھاجرہ علیہا السلام کے پاس کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا، بچے کو پلانے کے لیے دودھ نہ رہا، بچہ بلکنے لگا تو ام اسماعیل شکوی کی بجائے ہمت کرتی اور دوڑ کر صفا پہاڑی پر چڑھتی ہیں کہ شاید کوئی انسان دکھلائی دے، لیکن کوئی شخص دکھلائی نہ دیا، پھر وہ صفا سے اترتی اور وادی میں دوڑ کر مروہ پہاڑی پر چڑھتی ہیں، وہاں بھی کوئی دکھائی نہیں دیتا، اسی طرح وہ سات چکر پورے کرتی ہیں۔اس چکر کاٹنے کی سنت کو قیامت تک جاری فرما کر حج وعمرہ کا رکن بنا دیا

اولاد کی تربیت میں مسجد کا کردار:

اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل اور ذبیح کو بیت اللہ کی تعمیر کے بعد اس کی صفائی وستھرائی کا حکم دیا۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اگر باپ مسجد کا نمازی ہو اور مسجد کو آباد کرنے والا ہو تو اولاد بھی مسجد میں آتی اور مسجد کی دیکھ بال کرنے والی بنتی ہے۔ مسجد اللہ کا گھر ہے، اس کی خدمت کو کرنے میں عار محسوس نہیں کرنی چاہیے۔

وَعَهِدْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ أَن طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعَاكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السجود (البقرۃ:125)

ہم نے ابراہیم اور اسماعیل علیہا السلام سے وعدہ لیا کہ تم میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع سجدہ کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھو۔''



اس دوران سیدنا اسماعیل علیہ السلام اپنی ایڑیاں زمین پر مارتے ہیں، جس کے بعد اللہ تعالیٰ نے زمزم کا کنواں جاری فرما دیا۔

روئے زمین میں سب سے برکت اور شفا والا پانی زمزم ہے۔ یہ پانی بھی سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی یاد تازہ کرتا ہے۔ماں اور بیٹا نے کس طرح حکم الٰہی کی خاطر بے آب گیاہ جنگل میں رہ کر مشکلات کا سامنا کیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں کیسے نعمتوں سے مالا مال کیا۔اللہ تعالیٰ نے اس خاندان کی وجہ سے مکہ مکرمہ کو مرجع خلائق بنا دیا۔ آج حج کے دنوں میں سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی یادیں تازہ ہوتیں ہیں، تصور کیجئے! ایک ماں کے سامنے بھوک پیاس سے بے نڈھال اس کے لخت جگر کا کیا حال ہو گا؟اس کے ساتھ اہل غزہ کی بھوک و پیاس بھی یاد کیجئے، جن پر صیہونی ظالموں نے کھانا پینا بند کر رکھا ہے۔



تربیت اولاد میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں,تربیت اولاد میں والدین کی دعا کا اثر :

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اولاد کی پیدائش سے پہلے نیک اولاد کی دعا کرتے رہے، پھر پیدائش کے بعد نیک نامی، توحید اپنانے، کفر و شرک سے بچنے اور نماز کی پابندی کی دعائیں کرتے رہے۔ گویا دعا تربیت کا بہترین اصول ہے جس کا بہت اثر ہوتا ہے۔ اولاد کی تربیت میں والد کی دعا کو رسول اللہ سے ہم نے بطور خاص ذکر کیا ہے کہ اسے رد نہیں کیا جاتا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ سے کلیم نے فرمایا:

((وَدَعْوَةُ الْوَالِدِ لِوَلَدِهِ))اور والد کی اپنے بچے کے حق میں دعا رد نہیں کی جاتی۔'' (حسن) سنن الترمذی: 1905

بیت اللہ کی تعمیر کے بعد امت مسلمہ کی دعا:

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے جب بیت اللہ کو تعمیر کر لیا تو فوراً اپنے رب کے حضور دعا گو ہوئے کہ میری نسل سے ایسی امت پیدا فرما جو مسلمان ہو، پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں حکومت، نبوت اور نیک افراد کو پیدا فرمائے۔

وَوَهَبْنَا لَهُ اسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَ الْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ أَجْرَهُ فِي الدُّنْيَا وَاِنَّهُ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ (العنکبوت: 27)

اور ہم نے انھیں (ابراہیم کو) اسحاق و یعقوب (علیہ) عطا کیے اور ہم نے نبوت اور کتاب ان کی اولاد میں ہی کر دی اور ہم نے دنیا میں بھی اسے ثواب دیا اور آخرت میں تو وہ صالح لوگوں میں سے ہے

سیدنا ابراہیم علیہ السلام اولاد کے حق میں کفر و شرک سے بچنے کی دعا کرتے:

آج والدین اپنے بچوں کے نیک ہونے کی دعا نہیں کرتے، جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ خود اسلامی تربیت سے ناآشنا ہیں۔ واللہ آج فتنوں کے دور میں انبیاء کرام علیہم السلام کی دعائیں حرز زبان بنائیں اور پھر ان اثر دیکھیں۔

جناب ابراہیم علیہ السلام نے نیک اولاد کی دعا فرمائی، جب اولاد ملی تو انھیں توحید کی وصیت فرمائی، نماز کی تلقین کی، مسجد حرام کے پاس لا کر بسایا، کفر و شرک سے بچے رہنے کی بھی دعا فرمائی۔ یہ سب باتیں آج کے والدین کے۔ لیے نمونہ ہوتی ہیں۔

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّ اجْنُبْنِي وَ بَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ [إبراهيم: 35]

میرے پروردگار! اس شہر کو امن والا بنا دے اور مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے پناہ دے

ابراہیم علیہ السلام اولاد کے لیے دعا گو:

پھر جب انتہائی بڑھاپے میں اولاد کی نعمت ملی تو دوسری بڑی آزمائش یہ آن پڑی کہ اپنے اکلوتے بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ہاجرہ علیہا السلام کو مکہ جیسے بے آب و گیاہ صحراء میں تنہا چھوڑنے کا حکم ہوا۔ کھانے پینے کے لیے تھوڑا سا پانی اور کھجوریں دے کر صرف اللہ پر توکل کرتے ہوئے چھوڑ آئے۔ یہاں پر بھی جناب ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی:

رَبَّنَا اِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا لِيُقِيمُوا الصلوة (ابراهيم: 37]

''اے ہمارے رب! بے شک میں نے اپنی اولاد کو اس وادی میں بسایا ہے، جو کسی کھیتی باڑی کے لائق نہیں، تیرے حرمت والے گھر کے پاس، اے ہمارے رب! تاکہ وہ نماز قائم کریں۔''

بیٹے اسماعیل علیہ السلام نے کمال اطاعت کا مظاہرہ کیا:

سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے نیک اولاد کے لیے اللہ کریم سے بہت دعا فرمائی۔ جب اولاد کی نعمت سے نوازا تو ایک بڑی آزمائش نے گھیر لیا، خواب میں دیکھا کہ اکلوتے بیٹے سیدنا اسماعیل کو ذبح کر رہے ہیں، یہ خواب بیٹے کو سنائی تو فوراً بولا:

قَالَ يٰاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ * سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ﴾ (الصافات: 102)

اس نے کہا اباجان جو کچھ آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے کر ڈالیں آپ ان شاءاللہ مجھے صابروں میں سے پائیں گے۔''

اسی کے بارے علامہ محمد اقبال نے کیا تھا:

؎یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی --- سکھائے کس نے اسمٰعیل کو آداب فرزندی

اولاد کی تربیت میں دعا اور مثال:

جب سیدنا اسماعیل علیہ السلام کچھ بڑے ہوئے تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے انھیں اپنی خواب کے متعلق بتایا:

يٰبُنَيَّ اِنِّي أَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى﴾ (الصافات: 37)

اے میرے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کر رہا ہوں، تو بتا تیرا کیا خیال ہے؟''

سیدنا اسمعیل علیہ السلام اور قربانی اطاعت الہی کا نمونہ:

قربانی کی سنت دیکھ لیجیے، آپ کو اندازہ ہو جائے کہ سیدنا اسماعیل علیہ السلام کس قدر اپنے والد کے فرمابردار اور مطیع تھے، خواب کو سچ کر دکھانے کے لیے ایک لمحہ بھی نہیں سوچا اور فوراً تیار ہو گئے۔ یہ تربیت دینی پڑتی ہے کہ بیٹا جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کوئی حکم آجائے تو پھر مرضی نہیں دیکھتے، گردن جھکا دیتے ہیں، یہی طریقہ اطاعت گزار بندوں کا ہوتا ہے۔ اللہ اکبر کبیراً



قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَلَمِينَ (البقرة: 131)

اس (ابراہیم) نے کہا: میں رب العالمین کے لیے مطیع ہو گیا۔"

اولاد ابراہیم کا ذکر خیر قیامت تک جاری رہے گا:

اللہ تعالیٰ نے درود مبارک میں آل ابراہیم پر بھی رحمت و برکات بھیجنے کا حکم دیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آل میں سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اولاد بھی آتی ہے۔ یہ اصل میں ان کی اطاعت گزاری کا ثمر ہے جو اللہ نے انھیں آزمایا تو انھوں نے ہر حکم کو سچ کر دکھایا۔ اس میں سبق ہے کہ باپ عمل کا نمونہ ہو تو اولا نقش قدم پر چلتی ہے۔

اسی لیے جناب رسول اللہ سے ہم اور آپ کی امت کو ابراہیمی ملت کی پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ انھیں اللہ نے چن لیا اور ابراہیم علیہ السلام کے ذکر خیر کو قیامت تک باقی رکھ دیا ہے۔

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَقِيْنَ * وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ (الصافات: 77, 78)

اور ہم نے اس کی اولاد باقی رکھی اور ہم نے پچھلوں میں اس کی تعریف باقی رکھی۔

اولاد کے لیے دنیا کے ساتھ دینی مفاد کو ترجیح بنائیں:

اولاد کی دینی فائدے کو دنیاوی مفاد پر ترجیح دیں۔ دنیا کو آخرت کے فائدے کے لیے استعمال کریں، اپنی نظر میں ہمیشہ آخرت کی کامیابی کو رکھیں، اپنی اولاد کو بھی اس پر کاربند کریں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنی اولاد کے لیے جہاں بھی رزق کی دعا مانگی تو ساتھ دین مانگا اور شکر کا جذبہ بھی طلب کیا ہے۔

جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

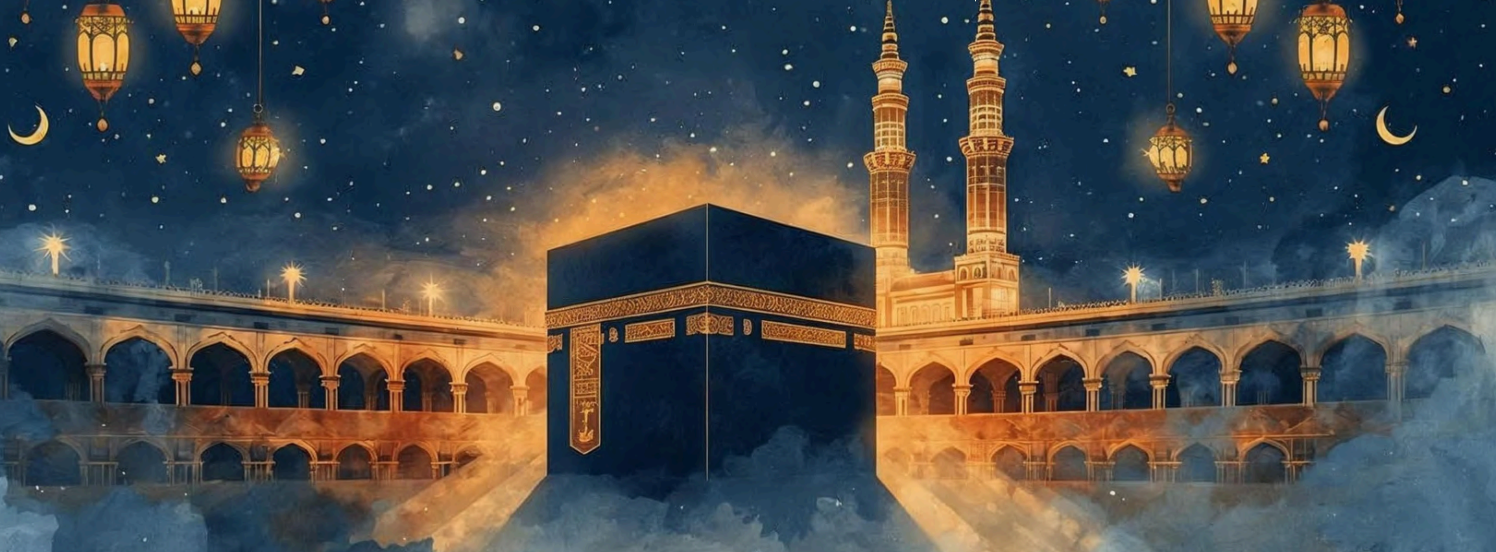
وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُونَ (ابراهيم: 37)

اور تو انھیں پھلوں سے رزق عطا فرما، تاکہ وہ شکر گزار ہو جائیں۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی زندگی اطاعت الٰہی کا نمونہ اور ہر کام میں رضائے الٰہی کی تصویر تھی۔ آپ علیہ السلام نے تقریباً 10 بڑے امتحانات میں کامیابی اور حکم الٰہ کے سامنے سر جھکا کر مطیع ہونے کا حق ادا کر دیا۔ یہی وہ عملی نمونہ ہے جسے بیٹے نے دیکھا، اُسی ماحول میں پروان چڑھا اور پھر کردار کا غازی بنا۔

وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ﴾ [البقرة: 124)

اور جب ابراہیم کو اُس کے رب نے چند باتوں میں آزمایا تو اس نے انھیں پورا کر دیا۔"



آج اولاد کیوں نافرمان ہے؟

والدین کی تربیتی غفلت:

دینی تعلیم کی کمی عمل کے بجائے صرف زبانی نصیحت اور دنیاوی خواہشات کی دوڑ میں بچوں کو نظرانداز کرنا، انھیں وقت نہ دینا، جس کی وجہ سے بچوں کے الفاظ وعادات اور رویوں کی اصلاح نہیں ہوتی۔

دعاؤں کی کمی:

جو والدین اپنے بچوں کے متعلق شکوہ کرتے ہیں انھیں جاننا چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کے لیے صدق دل سے دعا کریں، جیسے ابراہیم علیہ السلام نے دعائیں فرمائی۔ بسا اوقات والدین اپنے رشتہ داروں کے ساتھ بچوں کے سامنے شکایت کرنے لگتے اور اپنے دل کا دکھ درد سنانے لگ جاتے ہیں، یہ چیز بھی بچوں کو والدین سے بدگمان کر دیتی ہے۔

مال اور اولاد کی فطری آزمائش:

مال اور اولاد سے محبت فطری چیز ہے، جس سے کوئی بندہ انکار نہیں کر سکتا۔ مال کی خاطر اولاد کے فرائض ترک کر دینا بالکل درست نہیں، بعض لوگ مال کمانے کے چکر میں یا خود بچوں کو اچھے کھلانے کی فکر میں اصل ذمہ داری بھول جاتے ہیں کہ ان کی دینی تعلیم و تربیت بھی کرنی ہے۔ والدین کے اس رویے سے اولاد جوان ہو کر بگڑ جاتی ہے۔ اس کو قرآن مجید نے فتنہ قرار دیا ہے۔ ﴿إِنَّمَآ أَمۡوَٰلُكُمۡ وَأَوۡلَٰدُكُمۡ فِتۡنَةٞ﴾ (التغابن: 15) تمہارے مال اور تمہاری اولاد تمہارے لیے آزمائش ہیں۔"

معاشرتی و تعلیمی ماحول:

میڈیا اور انٹرنیٹ کے منفی اثر کی وجہ سے بھی نسل نو شدید بگاڑ کا شکار ہے، افسوس کہ ہمارے ہاں سکولوں و کالجوں اور یونیورسٹیز میں دینی تربیت کا بہت فقدان ہے۔ سرکاری دفاتر ہوں یا پرائیویٹ ادارے الاماشاءاللہ، سبھی کے اوقات میں نماز شامل نہیں ہوتی، تعلیمی ادارے جو تربیت گاہ تھے، وہ تربیت سے خالی ہو گئے ہیں۔

جو والدین چاہتے ہیں کہ ہماری اولاد نمازی بن جائے، انھیں چاہیے کہ وہ خود صوم وصلاۃ کی پابندی کریں۔

تربیت اولاد میں والدین کے لیے اصول

والدین کے لیے رہنما اصول ہے کہ وہ مخلص ہو کر اپنی اولاد کے لیے دعا کا اہتمام کریں۔ اس سلسلے میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعائیں والدین کے لیے بہترین نمونہ ہیں، جنھوں نے اپنی اولاد کے لیے نماز کی دعا فرمائی:

رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِن ذُرِّيَّتِي [إبراهيم :14)

اے میرے رب! مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والا بنا۔

عمل اور مثال:

گھر کا ماحول اسلامی بنائیں، والدین خود نماز، دیانت، سچائی، صبر اور شکر کا عملی نمونہ بنیں۔

تعلیم و تربیت:

اپنی اولاد کو ناظرہ قرآن، ترجمہ، حدیث و سیرت، اور اسلامی اخلاقیات سکھائیں، کھانے پینے اور مادی ضروریات سے زیادہ اہم ذمہ داری یہ ہے۔ اولاد کی اسلامی تربیت سے متعلق قیامت کے روز سوال کیا جائے گا۔

(كُلُّكُمْ رَاعٍ وَكُلُّكُمْ مَسْئُولٌ عَنْ رَعِيَّتِهِ))

دتم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔" صحیح بخاری، حدیث: 893

آج اولاد کیوں نافرمان ہے

اولاد ماں باپ کا احترام کرے:

اولاد کے لیے لازم کے لیے وہ سیدنا اسماعیل عالیہ سلام کی طرح والدین کا ادب واحترام کریں، قرآن وسنت کی پیروی اور صبر وشکر کو زندگی میں لازم پکڑیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے فوراً بعد والدین کے ساتھ حسن وسلوک کا حکم دیا ہے۔ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا (الاسراء:23)

''اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

مسلمان ہونے کا مطلب ہی اطاعت گزار ہونا اور فرمان بردار ہونا ہے۔ والدین کو چاہیے کہ وہ تربیت اولاد کے سلسلے ذوالحجہ کی مناسبت سے سیدنا ابراہیم السلام کی سیرت کا مطالعہ کریں، انھوں نے کس طرح اپنی اولاد کی تربیت فرمائی کہ بڑے ہو کر اولاد نیک بنی، دنیا میں نام کمایا حتی کہ نبوت اور بادشاہت ان میں رکھ دی اور خود سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو امام الناس بنا دیا۔



غزہ ہم شرمندہ ہیں!

(تحریر از: اخت زرار)

برکتوں والا رمضان جا چکا ہے، خوشیاں بکھیرتی عید بھی اب جا ہی چکی ہے۔۔۔، ایمان والوں کے لیے تو وقت حاضر میں زندگی کچھ نارمل نہیں ہو سکتی لیکن بڑھتی کشیدگیاں مزید بے چین کیئے دے رہی ہیں۔۔

کل دن سے سب بجھا بجھا ہے، ہوا بھی آہستہ چل رہی ہے، سورج بھی مدھم ہے، چاند بھی بادلوں میں چھپا ہلکی سی روشنی دے رہا ہے، ہمارا بھی دل ہے گھر کے کسی کونے میں بیٹھ کر ماتم کریں۔۔۔

سوال پیدا ہوتا ہے کس چیز کا ماتم؟

اسرائیل پارلیمنٹ میں فلسطینی قیدیوں کو پھانسی دینے کا بل پاس ہو چکا ہے،، بہت عرصے سے وہ اس کوشش میں تھے جواب پوری ہو چکی ہے

بل پاس ہوتے ہی ایوان تالیوں سے گونج اٹھا۔۔ پتا نہیں لیکن مجھے محسوس ہوا وہ تالیاں ایسی تھی جیسے میرے منہ پر زوردار تماچے برس رہے ہوں اور میں چپ چاپ کھڑی برداشت کر رہی ہوں، ایک پل محسوس ہوا دل پر خنجر کے زخم لگائے جا رہے ہیں

شاید یہ جذبات سے خالی باتیں بہت سے لوگوں کی سمجھ میں نا آئیں لیکن اسرائیل ناسور۔۔۔ کی خوشیاں میرا کلیجا چبا رہی ہیں۔۔ ان کا شراب کے ساتھ جشن منانا میرے جسم میں سے جان کھینچ رہا تھا۔۔

یہ کچھ نہیں ہے بس اپنی بے بسی کا ماتم ہے، اور پتہ ہے اس سب سے زیادہ تکلیف دہ بات کیا ہے۔۔۔ اپنے مردوں کو بے حس پانا۔۔

ان کا اس خبر کو سن کر ایسے ریہکٹ کرنا جیسے ساتھ والے گھر میں بلی مرنے کی خبر سنی ہو۔۔

نبی ﷺ کے دین کے وارث کہاں ہیں۔۔؟

پھانسی کی خبر قیدیوں کے لیے میرے لحاظ سے آزادی کا پروانہ ہے۔۔ اپنے رب کے پاس چلے جائیں گے، وہ تو اس گندی دنیا اور ظالم لوگوں سے دور ہمیشہ کی جنت میں جا رہے ہیں۔۔ لیکن اصل غم امت کی حس کے جنازے پر منایا جائے۔۔۔



۲ ارب مسلمان۔۔،!!!

سب جان چکے ہیں کے کیا ہو رہا ہے اور کیا ہونے جا رہا ہے۔۔ لیکن لب ہیں کے خاموش۔۔۔

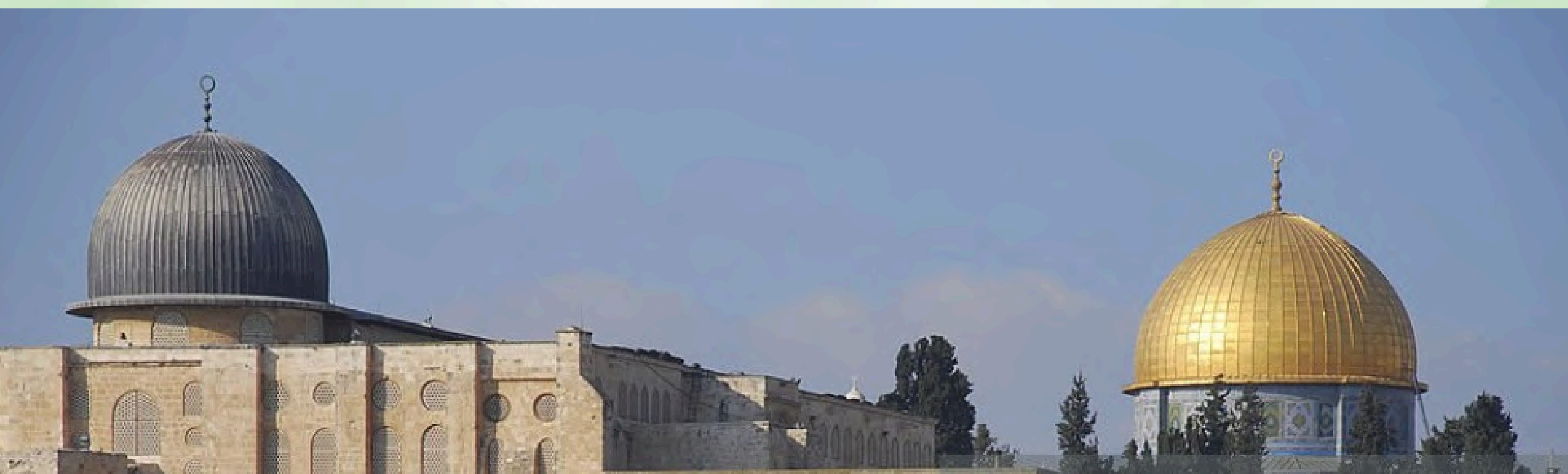
حبیب بن نجار تو دور گاؤں سے دوڑتے آئے تھے جب انھیں پتا چلا انبیاء کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا جا رہا ہے۔۔ اور ۵۷ سے زیادہ نام نہاد اسلامی ممالک۔۔ بہترین اسلحہ رکھنے والے، بالکل چپ ہیں۔۔۔

اچھی خاصی سمجھ رکھنے والے، ایک مرد سے جب بات ہوئی کہ غزہ کے مسلمانوں کی مدد اور اقصیٰ کی حفاظت کے لیے تو جہاد فرض ہو چکا ہے۔۔
لیکن اللہ بھلا کرے علماء سو کا انھوں نے بڑے اچھے طریقے سے آدھی بات گڈ مڈ کر کے بتائی کہ وہ تو آس پاس کے علاقوں پر فرض ہے۔۔
آگے نہیں بتایا کہ اگر وہ اس فرض کو نبھانے میں کوتاہی کریں تو اس کی فرضیت دنیا کے آخری کونے میں بسنے والے مسلمان پر جا کر رکتی ہے۔۔
لیکن ہم بے حس ہو چکے علماء فتوے بھی دے چکے لیکن تب ہم اپنے کان بند کر لیتے ہیں گو کہ ہم نے کچھ سنا ہی نہیں !
للہ اس امت کو جگائے
"فکو لعانی" (قیدی کو چھڑاؤ) ایک فریضہ تھا ہم پر۔۔ اور ہم اپنے فرائض میں ہمیشہ کوتاہی کرتے ہیں جیسے اپنی بہن امت کی بیٹی ڈاکٹر عافیہ کے لیے کرتے آئے ہیں۔۔
بس قرآن کی وہ سیدھی سی آیت ہے پتا نہیں یہ سمجھنا اتنا کیوں مشکل لگ رہا ہے۔۔ للہ بغیر کسی لاگ لپیٹ کے بات پہنچا رہے ہیں بس ہم ہی نہیں سمجھنے کو دے رہے
سورہ نساء آیت ٦٥

وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَاۚ وَ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚۙ وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًاؕ(75)

اور تمہیں کیا ہو گیا کہ تم اللہ کے راستے میں نہ لڑو اور کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر (نہ لڑو جو) یہ دعا کر رہے ہیں کہ اے ہمارے رب ! ہمیں اس شہر سے نکال دے جس کے باشندے ظالم ہیں اور ہمارے لئے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنادے اور ہمارے لئے اپنی بارگاہ سے کوئی مددگار بنادے۔

اب فیصلہ ہمارا ہے قرآن کی پکار پر لبیک کہیں یا اسے (اللہ نا کرے) نظر انداز کریں...
لبیک کہنے سے اتنی بھی مراد ہے کہ اس پر غور تو فرمائیں۔۔۔ کیوں ہم اتنے بے بس کر دیئے گئے ہیں، کیسے ہم اٹھیں گے، کیسے یہ ظلم ٹوٹے گا، ہم اپنا حصہ کیسے ڈالیں، کیا اب بھی غفلت میں پڑھ کر نجات مل سکتی ہے،،
بے چینی تو لازم ہونی چاہیے ناں، اب ایک چنگاری تو اٹھے ناں دل میں۔۔
سلام ہے ان چند لوگوں کو جو امت کے درد میں تڑپ اٹھتے ہیں، راتوں کو سو نہیں پاتے، اپنی جوانیاں لگا چکے، اپنے رشتوں ناتوں سے دور، شادی کی عمر میں بندوق اٹھائے، اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے تن من دھن لگائے ہیں
"سوائے درد امت کے انھیں در پیش غم نا تھے"
لیکن غزہ ہم شرمندہ ہیں۔۔۔ ہم خدا سے ہر دم معافی چاہتے ہیں۔۔ تم بھی ہمیں معاف کرنا۔۔۔



ہمارے پیارے نبی ﷺ کا حج

21

محمد القرنی

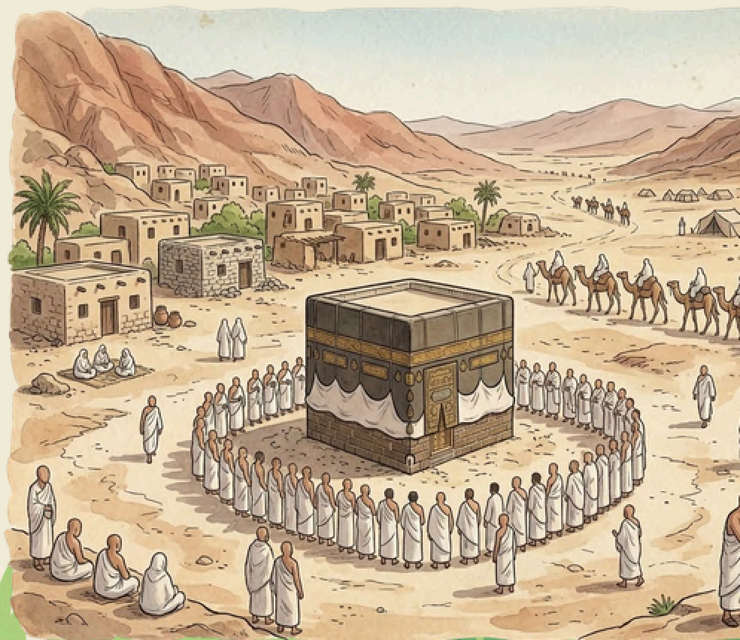
نبی اکرم ﷺ نے دس ہجری میں صرف ایک حج کیا۔اس حج میں انصار و مہاجرین اور شہری و دیہاتی مسلمان کثیر تعداد میں شامل ہوئے جن کی تعداد تقریباً ایک لاکھ میں ہزار تھی۔ نبی اکرم ﷺ مدینہ طیبہ سے نماز ظہر کے بعد نکلے۔ ظہر کی نماز چار رکعت ادا فرمائی اور عصر کی نماز ذوالحلیفہ میں دو رکعت ادا کی۔ ذوالحلیفہ کے میقات سے احرام باندھا۔ آپ ﷺ نے تمام کپڑے اتار کر غسل کیا اور احرام کی دو سفید صاف ستھری چادر میں پہنیں۔احرام کا مقصد یہ ہے کہ مسلمان دنیا کی پسندیدہ اور لذیذ چیزوں سے کنارہ کش ہو جائے اور حج کی عبادتوں میں دل سے مصروف ہو جائے۔

پھر آپ ﷺ سوار ہوئے۔جب آپ کی سواری بیداء مقام پر کھڑی ہوئی تو آپ نے اللہ تعالی کی حمد ہ تسبیح اور تکبیر کہی اور حج و عمرہ کا تلبیہ پکارا۔

حاجی دنیا کی زیب و زینت چھوڑ دیتا ہے۔ سفید احرام کی چادر میں پہن کر اللہ تعالی کے پاس جانے والے کفن پوش کی ہیئت اختیار کرتا ہے۔اپنی شکل و صورت اس کمزور و مسکین کی طرح بناتا ہے جو اپنے رب ذوالجلال کی بخشش کا امیدوار ہو۔اس سے حشر کی یاد بھی تازہ ہو جاتی ہے جب اللہ تعالی تمام مخلوق کو اکٹھا کرے گا اور ہر ایک کو اپنی فکر لاحق ہوگی۔

سب کے لباس کے سفید رنگ سے ان کے دلوں کی سفیدی اور کینہ، بغض اور حسد سے شفافیت کی اچھی فال بھی ہے۔

آپ ﷺ کا احرام اور سیدنا بلال بن رباح، سلمان فارسی، صہیب رومی، عمار بن یاسر اور باقی تمام صحاب کرام رضی اللہ تعالی عنھم نے کا احرام بالکل ایک جیسا تھا۔



آپ ﷺ نے تلبیہ پکارا اور یہ تلبیہ رب العالمین کی مطلق اور خالص توحید پر مشتمل ہے جو مشرکوں کے تلبیہ کے برعکس ہے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((البَيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ، وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ))

"میں حاضر ہوں اے اللہ! میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں۔ میں حاضر ہوں۔ تمام حمد تیرے ہی لیے ہے اور تمام نعمتیں تیری ہی طرف سے ہیں۔ بادشاہت تیری ہی ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔" (صحيح البخاري، الحج، حديث: 1549)

آپ ﷺ باآواز بلند تلبیہ پکارتے تھے کیونکہ یہ توحید کا اعلان ہے۔اس کا مقصد جذبات کو ابھارنا اور روحوں کو تحریک دینا تھا۔ آپ ﷺ اپنے صحابہ سے فرماتے تھے:

((أَتَانِي جِبْرِيلُ، فَأَمَرَنِي أَنْ آمُرَ أَصْحَابِي أَنْ يَرْفَعُوا أَصْوَاتَهُمْ بِالْإِهْلَالِ وَالتَّلْبِيَةِ))

"میرے پاس جبریل علیہ السلام آئے اور انھوں نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنے صحابہ کو حکم دوں کہ وہ لاالہ الااللہ اور تلبیہ باآواز بلند کریں۔ (سنن أبي داود، المناسک، حديث: 1814)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ آئے جبکہ ہم خوب بلند آواز سے تلبیہ پکار رہے تھے۔ (صحیح مسلم، الحج، حديث: 1248)

تلبیہ کے اس عظیم جملے ((لَبَّیکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیکَ)) میں اللہ تعالی کی اطاعت اور بار بار فرماں برداری اور وفا شعاری کا اظہار ہے

لَبَّیکَ لَا شَرِیکَ لَکَ لَبَّیکَ میں مشرکوں کی جھوٹی باتوں اور کذب و افتراء کا رد ہے اور ان کی ذلت کا اعلان ہے۔ انھوں نے اللہ تعالی کے ساتھ اور معبود بنا لیے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس جملے سے اپنے رب کو شریک اور ساجھی سے پاک قرار دیا

اور تلبیہ میں آپ ﷺ کے ان الفاظ ((اِنَّ الحَمدَ، وَالنِّعمَۃَ لَکَ وَالمُلکَ، لَا شَرِیکَ لَکَ)) پر غور کریں۔ حمد اللہ تعالی کی نعمتوں پر شکر ہے اور اس کی توفیق ملنا بھی بندے پر اللہ تعالی کا احسان ہے۔

اور جب آپ مکہ آکر مسجد الحرام میں داخل ہو کر حجر اسود کے سامنے کھڑے ہوئے تو اس کا استلام کیا۔اس سے یہ بتانا مقصود تھا کہ حجر اسود کو ہاتھ لگانا اور بوسہ دینا بطور عبادت و تعظیم ہے

پھر آپ ﷺ نے بیت اللہ کو اپنی بائیں جانب رکھا اور پیدل ہی بیت اللہ کا طواف کیا اور سات چکر لگائے۔ اس میں دعا کی۔ تکبیرات کا اہتمام کیا۔ حجر اسود کو بوسہ دیا۔ روئے بھی۔ اور طواف کے بعد نماز پڑھی۔

طواف کے اسرار و رموز میں یہ بات بھی ہے کہ بندہ اپنے مالک کی ضیافت، رحمت اور بخشش کے حصول کے لیے اس کے گھر کا چکر لگاتا ہے اور اس بات کا اظہار کرتا ہے کہ وہ ہر دم اس کا محتاج ہے۔ ظاہر ہے کہ مسکین و کمزور آدمی جب معزز بادشاہ کے محل کا طواف کرے تو اس کی حاجت و ضرورت پوری ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں کیونکہ بار بار چکر لگانا اس کی شدید مسکینی پر دلالت کرتا ہے۔ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان آپ ﷺ کی دعا یہ تھی:

﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ۝﴾

''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی اچھائی عطا فرما اور آخرت میں بھی خیر اور بھلائی سے نواز اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچالے۔'' (سنن أبي داود، المناسک، حدیث:1892)

اور جب آپ ﷺ نے سات چکر پورے کر لیے تو آپ مقام ابراہیم کے پاس آئے اور اس ارشاد باری تعالی کی تلاوت کی:

﴿وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾

''اور (حکم دیا کہ) تم مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ۔'' (البقرۃ 2:125)

اور ایسا آپ ﷺ نے اپنے باپ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی اقتدا اور ان کی سنت کو زندہ کرنے کے لیے کیا۔ پھر آپ نے اس جگہ دو رکعت نماز پڑھی اور ان میں براءت اور اخلاص پر مبنی دو سورتیں پڑھیں۔ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۃ الکافرون پڑھی جس میں شرک اور اہل شرک سے اظہار براءت ہے اور دوسری رکعت میں سورہ بعد اخلاص پڑھی جس میں اللہ تعالی کی وحدانیت کا اثبات ہے۔

پھر آپ ﷺ سعی والی جگہ پہنچے اور صفا سے سعی شروع کی، جیسا کہ سیدنا جابر ﷺ سے مروی ہے: آپ ﷺ باب صفا سے صفا پہاڑی کی جانب لگے۔ جب آپ کوہِ صفا کے قریب پہنچ تو یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿اِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآىِٕرِ اللّٰهِ﴾

''صفا اور مروہ اللہ کے شعائر (مقرر کردہ علامتوں) میں سے ہیں۔'' اور فرمایا: ''میں بھی سعی کا وہیں سے آغاز کر رہا ہوں جس کے ذکر سے اللہ تعالی نے آغاز فرمایا۔'' اور آپ ﷺ نے صفا سے سعی کا آغاز فرمایا۔ اس پر چڑھے حتی کہ آپ نے بیت اللہ کو دیکھ لیا، پھر آپ قبلہ رخ ہوئے، اللہ تعالی کی وحدانیت اور کبریائی بیان فرمائی اور کہا:

((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ، وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ، أَنْجَزَ وَعْدَهُ، وَنَصَرَ عَبْدَهُ، وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ))

''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ ساری بادشاہت اس کی ہے اور ساری تعریف اسی کے لیے ہے۔ اکیلے اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ خوب پورا کیا۔ اپنے بندے کی نصرت فرمائی۔ تنہا اس نے ساری فوجوں کو شکست دی۔''

ان کلمات کے مابین نبی ﷺ نے دعا فرمائی۔ آپ نے یہ کلمات تین مرتبہ ارشاد فرمائے تھے۔ پھر آپ مروہ کی طرف اترے حتی کہ جب آپ کے قدم مبارک وادی کی اترائی میں پڑے تو آپ نے سعی فرمائی (تیز قدم چلے)۔ جب وہ (آپ کے قدم مبارک مروہ کی) چڑھائی چڑھنے لگے تو آپ (پھر معمول کی رفتار سے) چلنے لگے حتی کہ آپ مروہ پر پہنچ گئے۔ آپ نے مروہ پر اسی طرح کیا جس طرح صفا پر کیا تھا۔ (صحیح مسلم)

ان کلمات کے مابین نبی ﷺ نے دعا فرمائی۔ آپ نے یہ کلمات تین مرتبہ ارشاد فرمائے تھے۔ پھر آپ مروہ کی طرف اترے حتی کہ جب آپ کے قدم مبارک وادی کی اترائی میں پڑے تو آپ نے سعی فرمائی (تیز قدم چلے)۔ جب وہ (آپ کے قدم مبارک مروہ کی) چڑھائی چڑھنے لگے تو آپ (پھر معمول کی رفتار سے) چلنے لگے حتی کہ آپ مروہ پر پہنچ گئے۔ آپ نے مروہ پر اسی طرح کیا جس طرح صفا پر کیا تھا۔ (صحیح مسلم

آپ ﷺ صفا و مروہ کی سعی کے دوران میں اس نشان لگی جگہ آکر رمل کرتے تھے جس میں سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی والدہ سیدہ ہاجرہ نے رمل کیا تھا۔ ان کی اقتدا میں حج اور عمرہ کرنے والے قیامت تک سعی کرتے رہیں گے۔

آپ ﷺ کی سعی میں سیدہ ہاجرہ ﷺ کے قصے کی یاد دہانی ہے جب وہ صبر کے ساتھ پانی تلاش کر رہی تھیں۔ ان کا اللہ تعالی پر مکمل اعتماد تھا اور وہ نہایت سنجیدگی اور صبر سے ایسا کر رہی تھیں۔

چنانچہ آپ ﷺ نے سات چکر مکمل کیے اور آنے اور جانے کو الگ الگ چکر شمار کیا۔

آپ ﷺ کی صفا و مروہ کی سعی میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالی کی رضا حاصل کرنے اور بلا تردد اس کا حکم ماننے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے

پھر اس کے بعد سب سے افضل دن یوم عرفہ آیا تو آپ ﷺ نے لوگوں کے ساتھ عرفہ میں عظیم وقوف کیا۔ ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کی عبودیت کا اعلان کیا اور لوگوں کو ایک عظیم خطبہ دیا۔ لوگوں نے آج تک ایسا خطبہ نہیں سنا تھا۔ یہ ایسا عظیم اور جامع مانع خطبہ ہے۔ آپ ﷺ نے لوگوں کے اموال کے متعلق بھی گفتگو فرمائی۔ سود حرام قرار دیا۔ عورت کے حقوق اور اس کے دفاع کا درس دیا۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو تھامنے کا درس دیا۔ خون اور عزتوں کی حفاظت کے اصول اور ضابطے مقرر کیے، چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”بلاشبہ تمھارے مال اور تمھارے خون ایک دوسرے کے لیے اسی طرح حرمت والے ہیں، جس طرح تمھارے اس حرمت والے مہینے میں تمھارے اس (حرمت والے) شہر میں، تمھارے اس دن کی حرمت ہے۔ خبردار! جاہلیت کی ہر چیز میرے دونوں قدموں کے نیچے (روندی ہوئی) ہے۔ اور (اسی طرح) جاہلیت کے خون بھی (جو ایک دوسرے کے ذمے چلے آرہے ہیں) معاف ہیں۔ اور میں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے تھامے رکھا، تو اس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے، اور وہ ہے اللہ کی کتاب (قرآن مجید)۔ تم لوگوں سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا، (بتاؤ) کیا کہو گے؟ انھوں نے جواب دیا: ہم گواہی دیں گے کہ بلاشبہ آپ نے (کما حقہ دین) پہنچا دیا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے سونپی گئی) امانت ادا کر دی اور آپ نے امت کی ہر طرح سے خیر خواہی کی۔ اس پر آپ ﷺ نے اپنی شہادت والی انگلی سے اشارہ فرمایا۔ آپ اسے آسمان کی طرف بلند کرتے تھے اور (پھر) اس کا رخ لوگوں کی طرف کرتے تھے (اور فرماتے تھے): ”اے اللہ! تو گواہ رہنا۔ اے اللہ! تو گواہ رہنا۔“ آپ ﷺ نے تین مرتبہ ایسا کیا۔ (صحیح مسلم، الحج، حدیث: 1218)

پھر آپ ﷺ نے اپنے رب سے دعا کی۔ اپنی مسکینی اور عجز وانکسار کا اظہار کیا۔ نہایت گریہ وزاری، خشیت اور کامل توجہ کے ساتھ ایسی پر تاثیر دعا کی کہ دل لرز گئے، روحوں پر خوف طاری ہو گیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ عرفہ کے دن کے لیے ہمارے رب نے بے شمار قیمتی انعامات رکھتے ہیں۔ اس میں ایسے عظیم ہدیے ہیں جن کی یاددہانی پیارے حبیب ﷺ نے اپنی امت کو کرائی۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں: عرفہ کے دن جہنم سے آزادی ہے۔ اس کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا:

مَا مِنْ يَوْمٍ أَكْثَرَ مِنْ أَنْ يُعْتِقَ اللهُ فِيهِ عَبْدًا مِنَ النَّارِ، مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَإِنَّهُ لَيَدْنُو، ثُمَّ يُبَاهِي بِهِمِ الْمَلَائِكَةَ، فَيَقُولُ: مَا أَرَادَ هٰؤُلَاءِ؟))

”کوئی دن ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ عرفہ کے دن سے بڑھ کر بندوں کو آگ سے آزاد فرماتا ہو۔ بلاشبہ وہ (اپنے بندوں کے) قریب ہوتا ہے اور فرشتوں کے سامنے ان لوگوں پر فخر کرتا ہے اور پوچھتا ہے: یہ لوگ کیا چاہتے ہیں؟“ (صحیح مسلم

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ((أُشْهِدُكُمْ مَلَائِكَتِي أَنِّي قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ)) ”میرے فرشتو! گواہ ہو جاؤ، میں نے انھیں بخش دیا ہے۔“ (صحیح الترغیب، حدیث: 1154)

☆ آپ ﷺ نے عرفہ کے دن کے سب سے افضل ذکر کی خبر دی، فرمایا:

((الْخَيْرُ الدُّعَاءِ دُعَاءُ يَوْمِ عَرَفَةَ، وَخَيْرُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّونَ مِنْ قَبْلِي لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ))

”بہترین دعا، عرفے کے دن کی دعا ہے۔ اور بہترین بات جو میں نے اور مجھ سے پہلے نبیوں نے کہی ہے، وہ یہ ہے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کی فرمانروائی ہے۔ وہی حمد وثنا کے لائق ہے اور وہ ہر چیز پر پوری طرح قادر ہے۔“ (جامع الترمذي، الدعوات، حدیث: 3585)

☆ اس عظیم دن میں حاجیوں کے سوا دیگر مسلمانوں کے لیے عرفے کے دن کا روزہ ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((صِيَامُ يَوْمِ عَرَفَةَ، أَحْتَسِبُ عَلَى اللهِ أَنْ يُكَفِّرَ السَّنَةَ الَّتِي قَبْلَهُ، وَالسَّنَةَ الَّتِي بَعْدَهُ))

”اور عرفہ کے دن کا روزہ میں اللہ تعالیٰ سے امید رکھتا ہوں کہ پچھلے سال کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا اور اگلے سال کے گناہوں کا بھی۔“ (صحیح مسلم

حجاج کرام نبی ﷺ کی اقتدا میں عرفے کے دن کا روزہ نہیں رکھیں گے کیونکہ آپ ﷺ نے عرفے کے دن روزہ نہیں رکھا تاکہ اعمال حج اچھی طرح ادا کر سکیں۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ لوگوں میں عرفے کے روزے کے بارے میں اختلاف ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے روزہ رکھا ہے یا نہیں؟ تو سیدہ ام فضل بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا دودھ کا ایک پیالہ آپ ﷺ کو اس وقت بھجوایا جب آپ اپنے اونٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے وہ پی لیا، چنانچہ اس سے واضح ہو گیا کہ حاجی کے لیے عرفے کے دن سنت یہ ہے کہ وہ روزہ نہ رکھے تاکہ چاق چوبند ہو کر اعمال حج بجالائے

پھر وہاں سے آپ نہایت سکون اور وقار سے مزدلفہ تشریف لے گئے۔ آپ لوگوں کو بھی یہ نصیحت فرما رہے تھے:

((أَيُّهَا النَّاسُ عَلَيْكُمْ بِالسَّكِينَةِ)) ”اے لوگو! سکون واطمینان سے چلو۔“ (بخاری)

یہ اس بات کی تاکید تھی کہ یہ دین اسلام نرمی، سکینت، وقار، عظمت اور ٹھہراؤ کا درس دیتا ہے۔

مزدلفہ میں آپ ﷺ نے مغرب وعشاء کی نمازیں ایک ساتھ جمع کیں اور نماز قصر ادا کی۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ اسی طرح چلتے رہے حتی کہ مزدلفہ تشریف لے آئے۔ وہاں آپ نے ایک اذان اور دو اقامتوں سے مغرب اور عشاء کی نماز میں ادا فرمائیں۔ ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نفل نہیں پڑھے۔ پھر آپ محو استراحت ہوئے حتی کہ فجر طلوع ہو گئی۔ جب صبح کھلی تو آپ نے اذان اور اقامت سے فجر کی نماز ادا فرمائی، پھر اونٹنی پر سوار ہوئے حتی کہ مشعر الحرام آ گئے۔

۔آپ ﷺ نے قبلہ کی طرف رخ فرمایا اور اللہ تعالی سے دعا کی۔اس کی کبریائی بیان کی اور بغیر شریک اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے اور اس کی وحدانیت کا ذکر فرمایا۔(صحیح مسلم،الحج،حدیث:1218)
آپ ﷺ نے مزدلفہ میں آرام کیا کیونکہ آپ کے سامنے اگلے دن کے بہت سے اعمال حج تھے،یعنی رمی کرنا، حلق کرانا، قربانی کرنا اور طواف کرنا۔ پھر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ آپ کے لیے کنکریاں اکٹھی کی جائیں تو آپ کے لیے انگلیوں کے درمیان رکھ کر پھینکنے کے قابل سات کنکریاں اکٹھی کی گئیں۔آپ ﷺ انھیں اپنے ہاتھ میں الٹ پلٹ کر فرمانے لگے:"اس طرح کی کنکریاں مارو"،پھر فرمایا
((يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ فَإِنَّهَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمُ الْغُلُوُّ فِي الدِّينِ))
"لوگو!دین میں غلو(حد سے بڑھنے)سے پرہیز کرو۔تم سے پہلے لوگوں کو دین میں غلو ہی نے تباہ کیا ہے۔"(سنن ابن ماجہ المناسک،حدیث: 3029)
چنانچہ آپ ﷺ نے ہر کام میں غلو،یعنی حد سے تجاوز کرنے کی مذمت کی۔

جب آپ ﷺ منیٰ پہنچے تو سب سے پہلے جمرات کو کنکریاں ماریں۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فضل بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ کو اپنے پیچھے سوار کیا۔ فضل رضی اللہ تعالی عنہ نے بتایا کہ نبی اکرم ﷺ رمی جمرات تک مسلسل تلبیہ پکارتے رہے۔(صحیح البخاري)
سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ جب وہ جمرہ کبری (جمرہ عقبہ)کے پاس پہنچے تو انھوں نے کعبے کو اپنی بائیں جانب اور منی کو اپنی دائیں طرف رکھا،پھر اسے سات کنکریاں ماریں اور فرمایا کہ اس طرح اس شخصیت نے کنکریاں ماری تھیں جس پر سورہ بقرہ نازل ہوئی۔(صحیح البخاري،الحج،حدیث،1748)
سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کے متعلق ہے کہ وہ قریب والے جمرے کو سات کنکریاں مارتے اور ہر کنکری کے بعد اللہ اکبر کہتے۔ پھر آگے بڑھتے اور نرم زمین پر پہنچ کر قبلہ رو کھڑے ہو جاتے اور دیر تک ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے رہتے۔ اس طرح دیر تک وہاں کھڑے رہتے۔ پھر درمیان والے جمرے کو کنکریاں مارتے۔اس کے بعد بائیں جانب نرم و ہموار زمین پر چلے جاتے اور قبلہ رو ہو جاتے۔ پھر دیر تک ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے رہتے اور یوں دیر تک وہاں کھڑے رہتے۔ پھر وادی کے نشیب سے جمرہ عقبہ کو کنکریاں مارتے اور اس کے پاس نہ ٹھہرتے۔ پھر واپس آجاتے اور فرماتے کہ میں نے نبی ﷺ کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔(صحیح البخاري

جمرات کو کنکریاں مارنے کا مقصد مردود شیطان، اس کی سازشوں اور وسوسوں سے اظہار براءت کرنا اور اس کے پیروکاروں سے لاتعلقی کا اعلان کرتا ہے۔ ہر حج کرنے والے کو نبی کریم ﷺ کی پیروی کرکے شیطان اور اس کے حواریوں سے جنگ کرنی چاہیے۔
پھر آپ ﷺ نے سر کے بال منڈائے اور بال منڈانے والوں کے لیے تین بار دعا کی جبکہ بال چھوٹے کرانے والوں کے لیے ایک مرتبہ اس امید کے ساتھ کہ ان کے گناہ اور غلطیاں ان کے بالوں کے ساتھ گر جائیں۔آپ ﷺ نے اپنے بال مبارک اپنے صحابہ میں تقسیم کر دیے اور انھوں نے یہ پاکیزہ بال آپس میں بانٹ لیے۔یہ تبرک نبوت کی برکت کی وجہ سے صرف آپ ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔۔
دوران حج میں لوگ آپ ﷺ سے سوال کرتے تو آپ سب کو جواب دیتے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ وہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جبکہ آپ دسویں ذوالحجہ کو خطبہ دے رہے تھے۔آپ کے سامنے ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا: میرا گمان تو یہ تھا کہ فلاں کام، فلاں کام سے پہلے ہے۔ پھر ایک دوسرا اٹھ کر کہنے لگا: میرا خیال بھی یہ تھا کہ فلاں کام، فلاں کام سے پہلے ہے۔ میں نے قربانی سے پہلے سر منڈوالیا ہے اور رمی کرنے سے پہلے قربانی ذبح کر دی ہے اور اس قسم کے اور افعال بھی ہیں جن میں تقدیم وتاخیر ہوئی ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا:"کرو، کوئی حرج نہیں۔"آپ ﷺ نے ان سب کاموں کے متعلق یہی فرمایا کہ اب کرلو، کوئی حرج نہیں۔
الغرض اس دن آپ ﷺ سے جو بھی سوال کیا گیا، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:"کرو، کوئی حرج نہیں۔"(صحیح البخاري)سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے قربانی کے دن ہمیں خطبہ دیا تو فرمایا:
"سب سے پہلے ہم جس کام سے اس دن کا آغاز کرتے ہیں وہ نماز پڑھنا ہے، پھر واپس جا کر قربانی کرنا۔ جس نے ایسا کیا، اس نے ہماری سنت کو پالیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی ذبح کر دی تو وہ گوشت ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے جلدی تیار کر لیا ہے، قربانی نہیں ہے۔" صحیح البخاری
اور آپ ﷺ نے فرمایا:
((إِنَّ أَعْظَمَ الْأَيَّامِ عِنْدَ اللهِ يَوْمُ النَّحْرِ، ثُمَّ يَوْمُ الْقَرِّ))

"بلاشبہ اللہ تبارک وتعالی کے ہاں سب سے بڑھ کر عظمت والا دن یوم اخر(دس ذوالحجہ)کا دن ہے۔اس کے بعد یوم القر(11 ذوالحجہ)ہے۔"
(سنن أبي داود)

آپ ﷺ نے فرمایا:

((يَوْمُ عَرَفَةَ وَيَوْمُ النَّحْرِ وَ أَيَّامُ التَّشْرِيقِ عِيدُنَا أَهْلَ الْإِسْلَامِ، وَهِيَ أَيَّامُ أَكْلٍ وَ شُرْبٍ)) '

'یوم عرفہ (نویں ذوالحجہ)، یوم نحر (دسویں ذوالحجہ، قربانی کا دن) اور ایام تشریق (گیارہ، بارہ اور تیرہ ذوالحجہ) ہم اہل اسلام کے عید کے ایام ہیں۔ یہ کھانے اور پینے کے دن ہیں۔" (سنن أبي داود، الصوم، حدیث: 2419)

آپ ﷺ نے لوگوں کو احکام حج سیکھنے کی دعوت اور ترغیب دی۔ سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کو دیکھا، آپ قربانی کے دن اپنی سواری پر سوار ہو کر کنکریاں مار رہے تھے اور آپ ﷺ فرما رہے تھے:

((لِتَأْخُذُوا مَنَاسِكَكُمْ، فَإِنِّي لَا أَدْرِي لَعَلِّي لَا أَحُجُّ بَعْدَ حَجَّتِي هَذِهِ))

"تمھیں چاہیے کہ تم اپنے حج کے طریقے سیکھ لو کیونکہ میں نہیں جانتا شاید اس حج کے بعد میں دوبارہ حج نہ کر سکوں۔" (صحیح مسلم)

آپ ﷺ نے اپنے باپ اسماعیل علیہ السلام کے فدیے اور توحید پرستوں کے امام اور رب کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کی اقتدا میں اور باری تعالی کے اس حکم:

﴿ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَۙ ۱۶۲ ﴾

"کہہ دیجیے: بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری موت، (سب کچھ) اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے۔" (الأنعام 162:6) کی تعمیل میں سو اونٹ نحر کیے یعنی اللہ کی راہ میں قربان کئے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰی مِنْكُمْ ؕ كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَا هَدٰىكُمْ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُحْسِنِیْنَ ﴾

"اللہ تک ان (قربانی کے جانوروں) کا گوشت ہر گز نہیں پہنچتا اور نہ ان کا خون، لیکن اس تک تمھارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ اسی طرح اس نے ان (چوپایوں) کو تمھارے تابع کر دیا ہے تاکہ تم اس پر اللہ کی بڑائی بیان کرو۔

آپ ﷺ نے ہدی کے سو اونٹ ذبح کیے جن میں سے تریسٹھ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ذبح کیے۔ باقی ماندہ سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ نے ذبح کیے۔

ایک نہایت لطیف نکتہ جسے امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے بیان کیا ہے اور امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب المہیرقی میں ذکر کیا ہے کہ اس موقع پر نبی ﷺ کے ہاتھ سے نحر ہونے کے لیے اونٹ ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر آپ کے قریب ہو رہے تھے۔ سبحان اللہ! پاک ہے وہ ذات جس نے حیوانات کے دلوں میں بھی نبی کریم اور رسول عظیم ﷺ کی محبت ڈال دی۔ نحر کرنے کے بعد آپ ﷺ نے ان کا گوشت لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ انھوں نے کھایا اور گھر بھی لے گئے

آپ ﷺ کے حج کے عظیم مناظر اور کریمانہ کارناموں میں یوم النحر کا خطبہ بھی ہے جسے علماء نے نقل کیا ہے، خطباء نے یاد کیا ہے اور بڑے بڑے دانشوروں پر اس نے سکتہ طاری کر دیا ہے۔ یہ ایسا عظیم خطبہ ہے کہ لوگوں نے ایسا عظیم خطبہ کبھی نہیں سنا۔ یہ مال و جان اور عزت و آبرو کی حفاظت کی ایک بین الاقوامی دستاویز ہے اور انسانیت کے لیے پیغام اور نصیحت ہے۔ آپ ﷺ نے ولولوں کو تحریک دی اور مجمع کے جذبات کو گرمایا۔ تمام لوگوں نے اسے خشوع و خضوع سے بغور سنا اور دل و دماغ میں جگہ دی۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے سامعین کو مخاطب کر کے فرمایا:

یہ کون سا مہینہ ہے؟" ہم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ ہم سمجھے کہ آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا یہ ذوالحجہ نہیں؟" ہم نے کہا: ذوالحجہ ہی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ کون سا شہر ہے؟" ہم نے عرض کی: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ ہم نے خیال کیا کہ شاید آپ اس کا کوئی اور نام رکھیں گے۔ بالآخر آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا یہ بلدہ، یعنی مکہ مکرمہ نہیں؟" ہم نے عرض کیا: کیوں نہیں، پھر آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: "یہ کون سا دن ہے؟" ہم نے عرض کی: اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ ہم نے سوچا شاید آپ اس کا کوئی اور نام تجویز کریں گے لیکن آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا یہ قربانی کا دن نہیں؟" ہم نے عرض کی: کیوں نہیں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "بے شک تمھارے خون، تمھارے مال اور تمھاری عزتیں تم پر اسی طرح حرام ہیں جس طرح اس دن کی حرمت تمھارے اس شہر میں اور تمھارے اس مہینے میں ہے۔ تم عنقریب اپنے رب سے ملاقات کرو گے تو وہ تمھارے اعمال کے متعلق تم سے سوال کرے گا۔ خبردار! میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ تم میں سے ایک دوسرے کی گردن مارنے لگے۔ خبردار! میرا یہ پیغام حاضر شخص، غائب کو پہنچا دے۔ ممکن ہے جنھیں یہ پیغام پہنچایا جائے، وہ سننے والوں سے زیادہ محفوظ رکھنے والے ہوں۔" (صحیح البخاري)

رمی، حلق اور نحر کے بعد آپ ﷺ مکہ تشریف لے گئے اور بیت اللہ کا طواف کیا جسے طواف افاضہ کہتے ہیں۔ زمزم کا پانی پیا، پھر منیٰ واپس آ گئے اور ایام تشریق منیٰ میں گزارے۔ ان دنوں میں آپ نے روزہ نہیں رکھا بلکہ بغیر روزے کے رہے اور آپ ﷺ نے فرمایا: "تشریق کے دن کھانے پینے کے دن ہیں۔" (صحیح مسلم، الصیام، حدیث: 1141)

بعض روایات میں آیا ہے کہ ان ایام میں آپ ﷺ روزانہ منیٰ میں خطبہ دیتے اور زوال کے بعد جمرات کو کنکریاں مارتے رہے اور ہر جمرے کو روزانہ سات کنکریاں مارتے۔ اور آپ ﷺ نے واپسی میں جلدی نہیں کی کیونکہ آپ متقین کے سردار ہیں،



جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقٰى وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾

''اور گنتی کے چند دنوں میں تم اللہ کو یاد کرو، پھر جس نے دو دنوں (منٰی سے مکے کی طرف واپسی) میں جلدی کی تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جس نے (ایک دن کی) تاخیر کی تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں (بشرطیکہ) وہ تقویٰ اختیار کرے۔ اور تم اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک تمھیں اس کے حضور اکٹھا کیا جائے گا۔'' (البقرۃ 2:203)

پھر آپ ﷺ نے وہاں سے کوچ کیا اور رب تعالیٰ کی عبادت اور نیکیوں سے بھرپور خوبصورت وقت گزارنے کے بعد بیت اللہ کا طواف وداع کیا اور خوشخبری دیتے ہوئے فرمایا:

((مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ))

''جو شخص محض اللہ تعالیٰ کے لیے حج کرے، پھر کسی گناہ کا مرتکب ہو، نہ بخش کام کرے اور نہ فسق و فجور میں مبتلا ہو تو وہ گناہوں سے ایسے پاک واپس ہوگا جیسے اسے آج ہی اس کی ماں نے جنم دیا ہو۔'' (صحیح البخاري)

جب عرفہ کے روز نبی اکرم ﷺ پر یہ عظیم محکم آیت:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾

''آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمھارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا۔'' (المائدۃ 5:3)

نازل ہوئی تو مسلمانوں نے سمجھ لیا کہ آپ ﷺ کی وفات کا وقت قریب ہے اور گویا آپ ﷺ انھیں الوداع کہہ رہے ہیں۔ اس حج کا نام حجۃ الوداع پڑ گیا کہ آپ نے مومن مردوں اور عورتوں کو الوداع کیا اور ان سے نہایت مؤثر پُرسوز اور رلا دینے والی بات فرمائی:

''لَعَلِّي لَا أَحُجُّ بَعْدَ عَامِي هٰذَا'' ''ہو سکتا اس سال کے بعد میں حج نہ کر سکوں۔'' (سنن النسائي، مناسک الحج، حدیث: 3062)

یہ سن کر سب لوگ رو پڑے۔ دل بیٹھ گئے اور روحیں کانپ اٹھیں۔

پھر آپ ﷺ نے ایک شاندار اور لطیف بات فرمائی: ''اے لوگو! تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے؟ یہ سن کر ہر اونچی نیچی جگہ سے، ہر ٹیلے اور وادی سے آوازیں بلند ہوئیں اور لوگ پکار پکار کر کہہ رہے تھے: ''ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے (دین) اچھی طرح پہنچا دیا حق ادا کر دیا اور خیر خواہی کی۔ آپ نے اپنی شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور کبھی لوگوں کی طرف اشارہ کرتے اور کبھی اوپر پھر فرمایا: ''اللہ تو گواہ ہو جا۔ اللہ تو گواہ ہو جا۔ اللہ تو گواہ ہو جا۔'' یہ سن کر زمان و مکان اور لوگ لرز اٹھے۔

آپ ﷺ حج سے واپس آئے تو دین مکمل ہو چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمت تمام ہو چکی تھی۔ شریعت قائم ہو گئی۔ اسلام غالب آ گیا۔ ایمان دلوں میں راسخ ہو گیا۔ ہر طرف توحید کا چرچا ہوا۔ باطل نے پسپائی اختیار کر لی۔ شرک کا سر پھوٹ گیا۔ بت پرستی کا زور ٹوٹ گیا۔ عدل کا بول بالا ہوا۔ امن و امان عام ہوا۔ اسلام پھیل گیا۔ جاہلیت کے شعار مٹ گئے۔

اللہ پاک نے فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾

''وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا، تاکہ وہ اسے تمام دینوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرک ناپسند ہی کریں۔'' (الصف)

اللہ الحي القیوم، ذوالجلال والاکرام سے سوال ہے کہ وہ آپ ﷺ کو ہماری طرف سے بہترین جزا دے جو وہ کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے دیتا ہے۔ اور ہماری طرف سے آپ کو پاکیزہ و طاہر درود و سلام پہنچائے جو قیامت تک ہمیشہ آپ کو پہنچتا رہے



بتاؤ تم کس کا ساتھ دو گے؟

فاطمہ معمول کے مطابق ذرا پہلے ہی کمرہ جماعت کی طرف چل دی ابھی دروازہ کھولا ہی تھا کہ بچوں کی باتوں کی (جو کہ کسی خاص موضوع پر بحث کر رہے تھے) آوازیں آنے لگی فاطمہ جو نہی اندر داخل ہوئی بچوں نے زوردار سلام کیا۔۔ السلام علیکم! مس... وعلیکم السلام، چلیے بیٹھیے فاطمہ نے اپنی چیزیں میز پر رکھتے ہوئے کہا مس ایک بات پوچھیں آپ سے ایک بچہ بڑے جوش سے بولا۔ جی بتایئے کیا بات ہے مس اپ نے کبھی بھوت دیکھا ہے بچے نے سوال کیا۔۔ بھوت!! کیوں بھیا کیا ہوا یہ اچانک آج بھوت کیوں کلاس میں یاد آ گئے فاطمہ بچوں کے چہرے کا تجسس جان کر گویا ہوئی دراصل مس آج ہیلوئین (halloween) ہے آپ نے سنا ہے اس کے بارے میں؟ کلاس کی ایک کونے سے آواز آئی۔۔ اچھا! اور وہ کیا ہوتا ہے؟ فاطمہ نے بھی سوال کے مزے لیے اور پھر ساری کلاس ایک کے بعد ایک اپنی معلومات سب کے سامنے ڈھیر کرتی گئی فاطمہ حیران رہ گئی کہ آج ان بچوں کو کیا ہوا ہے بچے بول رہے تھے فاطمہ سوچ رہی تھی کہ یہ سب خرافات کہاں سے ان میں آ گئیں جبکہ یہ اپنی عیدوں کی بہت سی سنتیں نہیں جانتے ہوں گے فاطمہ کا دل شدید اضطراب میں آ گیا اور وہ سوچنے لگی کہ کیا موضوع کو یہی بند کروادوں۔۔۔۔۔۔؟ لیکن دل گوارا نہیں کرتا کہ بات کو سمجھائے بغیر رفع دفع کر دوں آج فاطمہ کو مستقبل کے غلام نظر آ رہے تھے جو کل کے، غلام ذہنیت والے، معاشرے بن جائیں گے، جن میں مغرب سے ادھار لی گئی چیزیں رائج ہوں گی اس لیے آج اگر ان بچوں کو اس دلدل سے نہ نکالا گیا تو یہ پختہ تر ہو جائیں گے۔ اس نے دل ہی دل میں اپنے اللہ سے مدد مانگی اور زبان سے چند لمحے استغفار کی۔ کچھ ہی دیر میں ایک کہانی کا نقشہ اس کے ذہن میں آ گیا چلیں بچوں فاطمہ نے قدرے زوردار آواز میں بچوں کو روکا جو جوش و خروش سے کہانیاں سنا رہے تھے۔ اور ایک دوسرے سے آگے بڑھ کر اپنے خیالات کے دلائل دے رہے تھے معاً`` خاموش ہو گئے اُور فاطمہ کی طرف دیکھنے لگے۔ جی! آج آپ نے مجھے اتنی کہانیاں سنائی ہیں اور مجھے معلوم ہے کہ ابھی کچھ اور بھی باقی ہوں گی، لیکن اب میری باری ہے۔ آئیں میں بھی آپ کو ایک کہانی سناؤں۔ واہ! مزے آئے گا۔ مس! سنائیں سنائیں! بچے خوش ہو گئے چلیں آپ غور سے سنیں بعد میں اس کا نتیجہ بھی نکالیں گے... تو ہوا یوں کہ ایک تتلی تھی جو بہت ہی خوبصورت تھی۔



۔۔ مس! کیا یہ کوئی ڈراونی کہانی ہے؟ آگے بیٹھا ایک بچہ بولا۔ بھائی آپ ابھی سنیں تو، فاطمہ نے بچے کو خاموش کروا دیا اور دوبارہ سے تسلسل کا آغاز کیا تو وہ جو تتلی تھی اس کے بڑے بڑے سے خوبصورت پر بھی تھے۔ جو نازک سی تتلی پر بہت اچھے لگتے تھے وہ تتلیوں کے جھنڈ میں رہتی تھی۔ ہر روز اپنی سہیلیوں کے ساتھ نکلتی تھی اور پھولوں کے ارد گرد منڈلاتی تھی. ان کا رس چوستی تھی۔ ایک دن موسم بڑا اچھا تھا۔ تتلی اپنی سہیلیوں کے ساتھ نکلی لیکن موسم کا لطف اٹھاتے اٹھاتے ذرا دور باغ کے ایک کونے میں پہنچ گئی۔ ابھی وہ موسم کا مزہ لے ہی رہی تھی کہ ایک انجانی سی آواز آئی بززززز(buzzz)۔۔۔۔! یہ بھنبھنانے کی آواز تھی جو ایک قریب کے کوڑے کے ڈھیر سے کسی مکھی کی آ رہی تھی۔ مکھی اپنی دھن میں گن گنا رہی تھی۔ تتلی غور سے مکھی کو دیکھنے لگی آج پہلی بار اس نے اس مخلوق کو دیکھا تھا یہ کیسی آوازیں نکال رہی ہے تتلی دل ہی دل میں سوچنے لگی اور ذرا مکھی کے قریب ہونے لگی پاس جا کر اس نے مکھی کو سلام کیا اور بولی "آپ کون ہیں"؟ مکی نے چونک کر اس سے دیکھا اور اپنا گانا روک دیا۔ پھر تتلی کے قریب آ کر کہا "میرا نام مکھی ہے میں یہیں رہتی ہوں لیکن تم کون ہو؟" مکھی کا لہجہ بہت روکھا تھا اور اس سے بدبو آ رہی تھی۔ تتلی نے مکھی کا روکھا لہجہ محسوس کر لیا اور کہا "جی۔۔۔۔۔ میں تتلی ہوں پھولوں پر رہتی ہوں۔ آج ادھر سے گزر رہی تھی تو ذرا الگ سی آواز سنی میں نے سوچا دیکھوں کون ہے بس پھر آپ کو دیکھا تو سوچا سلام دعا کر لوں"۔ (تتلی نے پورا مدعا سنایا)، مکھی بولی: "الگ سی آواز سے تمہارا کیا مطلب ہے؟! کیا تم نے پہلے کبھی یہ آوازیں نہیں سنیں؟" تتلی سوچ کر بولی، "شاید نہیں!..." "مطلب کہ شاید باغ کے اس طرف کبھی آئے ہی نہیں اس لیے"۔ "ارے بھائی! پھر تو مجھے ضرور دیکھنا پڑے گا کہ تم کہاں رہتی ہو جس نے یہ آواز پہلے نہیں سنی یہ تو تنی پر سکون اور روح تک اتر آنے والی آواز ہے، اسے گانا کہتے ہیں۔۔۔ میں تو بھئی حیران ہوں کہ آج کی دنیا میں کوئی ایسا بھی ہے جو گانا نہیں جانتا؟!" (تتلی کو شرمندگی کا احساس ہونے لگا کہ وہ تو کچھ جانتی ہی نہیں ہے کسی چیز کے بارے میں) تتلی بولی: "نہیں اصل میں ہمارے گھروں میں تو سب ہی بس آہستہ بولتے اور تسبیح کرتے ہیں..." (ابھی تتلی آگے بول نہ پائی تھی کہ مکھی نے فوراً جملہ کاٹا) "ارے بھائی! عبادت تو ہم بھی کرتے ہیں لیکن گانا تو تھکاوٹ اتارتا ہے کچھ انجوائے (enjoy) بھی تو کیا جاتا ہے ناں۔۔۔ گانا تو ایکٹیو (active) کرتا ہے۔" مکھی تتلی کو بتاتی رہی اور

تتلی سنتی رہی۔ آخر کو بولی مجھے لگتا ہے دیر ہو گئی ہے چلتی ہوں ورنہ مجھے ڈانٹ پڑے گی۔ مکھی ابھی پلٹنے ہی والی تھی کہ رک گئی اور حیران ہو کر کہنے لگی۔ "کیا!! تم تو بڑی ہو گئی .! ابھی بھی baby کی طرح ڈانٹ پٹتی ہے۔ بھائی! معاف کرنا تم کہو گی پہلی ملاقات ہے اور یہ کیسے بولتی ہے لیکن میں صاف گو ہوں۔ یہ دیکھ کر حیران ہوں کہ آج بھی ایسے لوگ ہیں۔ جاؤ! ویسے آجایا کرو ادھر بھی کبھی"۔ "جی! جی! بالکل کیوں نہیں! بڑا اچھا لگا آپ سے مل کر میں آؤں گی"۔ یہ کہہ کر تتلی چل دی اور دل ہی دل میں اپنے گھر والوں سے ذرا اڑر بھی رہی تھی اور ناراض بھی تھی کہ انہوں نے کبھی باہر نکلنے ہی نہیں دیا۔ گھر پہنچتے ساتھ ہی تتلی نے اپنی دیر سے آنے پر معذرت کی اور ساری کہانی سنائی تتلی کی والدہ نے اس کی کہانی تو سن لی لیکن پھر سمجھایا کہ بیٹا لوگ تو بڑے عجیب بھی ہیں دنیا میں، لیکن تم اچھائی ہی کو لینا ہمارا کوئی کام نہیں ایسے لوگوں سے۔ تم صاف ستھری اور اچھی ہو اب نہ جانا ادھر۔ تتلی نے ہاں تو کر دی مگر دل میں اگلے دن پھر جانے کی خواہش دبا نہ سکی۔ آخر کار کسی طرح رات کٹی اور صبح ہوئی تتلی جھٹ اپنے گھر سے نکلی اور پھولوں کا رس پیا اور باغ کے اس کونے جا پہنچی مگر کافی دیر گزر گئی مکھی نہ ملی۔ آخر کافی دن جب چڑھ گیا تو مکھی آنکھیں ملتی، جمائیاں لیتی، گانے گاتی آئی، تتلی کو دیکھ کر کہنے لگی "ارے! تم پہلے سے یہاں موجود ہو، کب آئیں تھیں؟" تتلی آگے بڑھی اور سلام کیا، "بھئی! میں تو صبح سے آگئی تھی ناشتہ وغیرہ کر کے فارغ ہوئی تو سوچا چلو، بی مکھی سے مل لوں"۔ "ہائے!!! تمہارا ناشتہ بھی ہو گیا؟ کتنی صبح اٹھتی ہو؟ ویسے آج کل کون جلدی اٹھتا ہے لیٹ نائٹ بیٹھے ہیں، مجھے تو ویسے بھی جلدی نیند نہیں آتی۔ پھر صبح صبح تو اٹھنا مشکل ہو جاتا ہے، ویسے میں تو سمجھتی تھی تمہارے گھر والے تمہیں آج یہاں آنے نہیں دیں گے، ویسے کل ڈانٹ زیادہ تو نہیں پڑی؟" تتلی جھینپ گئی۔ "نہیں نہیں!" مکھی فوراً بولی "میں تو مذاق کر رہی تھی۔ اصل میں تو میں بس صاف بات کرتی ہوں۔ برا نہ منانا، تمہارے گھرانے مجھے ذرا پرانے روکھے لگتے ہیں اگر تم اس خوف سے باہر نہ آئی تو دنیا کی ڈور میں پیچھے رہ جاؤ گی۔ پرانے دور سے نکلنے کے لیے نئے طریقے اپنانے ہوں گے۔" مکھی کن انکھیوں سے دیکھتی رہی اور تتلی کے چہرے سے اس کی کیفیت سمجھتی رہی۔ ذرا توقف کر کے بولی "اب دیکھو ناں میں تو بس کیا ہی کہوں تمہیں تمہارے کپڑے کیسے ہیں!؟ اتنے کھلے کھلے، اتنے بڑے اور خود تم ہوا تنی سی یہ اتنے بڑے پر آخر کیوں رکھے ہیں؟ ہمیں دیکھو کرسٹل جیسے چھوٹے چھوٹے پر آج کل تو فٹنگ (fitting) والے پر ہی ہمارے ہاں رکھتے ہیں تم بھی کچھ اپنی گرومنگ (Groomimg) کی طرف توجہ کرو اتنی سمارٹ (smart) سی تو ہو اچھے لگیں گے، اتنے کھلے اور ڈھیلے کپڑے اب کون پہنتا ہے؟" تتلی بولی، "دراصل میں کیا کہوں! اب ہمارے ہاں تو سب شرم و حیا کی بات کرتے ہیں۔ امی کہتی ہیں تیلیاں حیادار ہوتی ہیں..." ابھی تتلی نے جملہ مکمل نہ کیا تھا کہ مکھی نے زوردار قہقہہ لگایا۔

اور ارد گرد سے مکھیوں کو بھی بلا کر جملہ سنایا پھر سب نے مل کر تتلی کو سمجھایا کہ تم کتنی پیاری لگو گی اگر ذرا اپنے پَروں کو چھوٹا کر لو، تتلی کیوں کہ مکھی کے ساتھ اٹھ بیٹھ رہی تھی اس کے اثر میں آگئی اور کہنے لگی چلو میں کر کے دیکھتی ہوں،... اور یوں مکھی کی دوستی نے تتلی پر اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا۔۔ آج تتلی جب گھر واپس جا رہی تھی تو بہت تھک رہی تھی کیونکہ اس نے اپنے پر اپنی فٹنگ کے حساب سے کر لیے تھے گھر کے اندر داخل ہوتے ساتھ ہی سب اس کے گرد جمع ہو گئے اور اس کی تبدیلی کو غور سے دیکھنے لگے۔ تتلی اپنی تھکاوٹ کسی کو محسوس نہیں ہونے دے رہی تھی۔ آخر خود ہی بولی، "بھئی! آپ لوگ مجھے ایسے دیکھ رہے ہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں آج کل اپنی گرومنگ (grooming) کر رہی ہوں۔ بس! آپ لوگوں نے تو سوچ رکھا ہے کہ آگے نہیں بڑھنا جبکہ نیا دور آگیا ہے۔ دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے!؟ چھوٹی تتلی نے فوراً کہا اوہ تو ٹھیک ہے آپی لیکن آپ پر یہ کپڑے اور یہ آواز، بززز (buzzz) بڑی عجیب لگ رہی ہے"۔ تتلی کی والدہ بولیں: "بیٹا تم تو ایک تتلی ہو، اعلیٰ تخلیق ہو تم جہالت کے کام نہیں کر سکتی، کیونکہ تمہارا گھر اور مکھیوں کا گھر الگ ہے۔ تمہارا گروہ (group) اور مکھیوں کا گروہ (group) الگ ہے۔ تم پاک ہو! صفائی پسند ہو! تمہارا جس گروہ سے تعلق ہے اس کے اپنے طریقے ہیں، جن کی وجہ سے یہ گروہ اونچا ہے۔ اگر ہم یہ طریقے چھوڑ دیں تو ہم کمتر گروہ میں ہو جائیں گے..." ابھی اماں کی بات مکمل نہ ہوئی تھی، کہ تتلی بولی "اماں یہ ساری باتیں پرانی ہیں،۔ اب سب ایک ہیں، آپ لوگ بھی اب نئے طریقے اپنائیں، نئے دوست بنائیں" اور یہ کہہ کر وہ وہاں سے چلی گئی اگلے دن گانے گنگناتے وہ مکھی کے پاس جا بیٹھی اور اپنی کارگزاریاں سنانے لگی، میں نے کیسے اپنے پینڈو گھر والوں کو بتایا کہ نئے طریقے اپنانے چاہئیں۔ مکھی نے بھی اس کی کارگزاری کو خوب سراہا اور کہا "ہاں نا یہ کیا بات ہوئی کہ میرا گروپ تیرا گروپ ہم سب ایک ہی ہیں۔ سارے طریقے جو بھی اچھے لگیں اپنانے چاہیے، کنویں کے مینڈک بن کر نہیں رہنا چاہیے"۔ آج تتلی دیر تک مکھی کے ساتھ باتیں کرتی رہی، پھر بولی چلو میں اب چلتی ہوں مجھے بھوک لگی ہے تتلی اڑنے ہی والی تھی کہ مکھی بولی رکو کہاں جا رہی ہو؟ آؤ مل کر کھانا کھاتے ہیں! میرے ساتھ چلو، تتلی بولی لیکن میں تو پھولوں کا رس چوستی ہوں، میٹھا میٹھا۔۔۔۔ مکھی نے کہا چلو پھر آج میں تمہیں کچھ اور نئے ذائقے چکھواؤں، کیا یاد کرو گی! اتنی حیرت سے بولی کون سے ذائقے؟! مکھی نے جھٹ تتلی کو پکڑا اور کوڑے دان کی طرف لے گئی۔ "یہ دیکھو یہ بہت سے چپس پڑے ہیں مزے دار! چٹپٹے! وہ آدھا انار پڑا ہے، بس تھوڑے زیادہ دن کا ہو گا اس لیے ذرا ترش ہو گیا ہے۔ کیا تم نے کبھی یہ کھایا ہے؟" تتلی فوراً پیچھے ہٹتے ہوئے بولی، "نہیں ہرگز نہیں! اماں کہتی ہیں یہ سب کھانے حرام ہیں اور ہم نہیں کھاتے ہم صرف حلال کھانے کھاتے ہیں اور پاک صاف کھانا کھاتے ہیں، اس سے تو بدبو بھی زیادہ سی آرہی ہے۔" مکھی قدرے غصے سے اس کی بات پر فوراً بولی "بس بس۔۔۔۔ زیادہ نہ بولو، ہم کوئی حرام کھانا کھاتے ہیں؟!۔ بدبودار کھانا کھاتے ہیں؟! جی نہیں کھانا تو کھانا ہوتا ہے۔ سب کچھ کھانا چاہیے۔

آخر ہو گی تو تم وہی۔۔۔"ابھی بات اتنی ہی ہوئی تھی کہ تتلی نے فوراً مکھی کا ہاتھ پکڑا اور مسکرا کر کہا"ارے۔۔۔! تم تو میری بات کا برا ہی مان گئیں چلو میں چلتی ہوں تمہارے ساتھ اور یہ کھا کر دیکھتی ہوں۔"آخر تتلی مکھی کی دوستی کی وجہ سے اسکے کھانے کھانے لگی، پھر اس کی آواز بدل گئی اور رنگ میں بھی تبدیلی آنے لگی۔ایک دن مکھی بولی:"آج تو میں ایک مزے کی چیز دیکھ کر آئی ہوں ساتھ والی آنٹی کے گھر شاید کوئی دعوت ہے بڑے مزے مزے کے کھانے پکے ہوئے ہیں اور آؤان کے روشن دان سے چھلانگ لگاتے ہیں اور قورمے اور کسٹرڈ کے ڈونگے میں ایک ڈبکی لگا کر آتے ہیں۔"تتلی ہلکی آواز میں بولی"مگر یہ تو چوری نہیں۔۔۔؟؟"مکھی نے اس کا ہاتھ پکڑا اور گھسیٹ کر بولی"چپ کرو، بند کرواپنے یہ درس"۔اب دونوں پڑوس والی آنٹی کے گھر کے روشندان پر تھیئں۔تتلی بھی مکھی کے ساتھ ان کے کچن میں کود ی۔آنٹی ڈونگے میں کھانا نکال کر ڈھکن نکالنے گئیں تھیں۔جب ڈھکن ہاتھ میں لائیں تو ایک عجیب سی تتلی دیکھ کر رک گئیں۔اب انہوں نے مکھی مار ہاتھ میں لیا اور مکھی اور تتلی کی طرف بڑہیں۔مکھی مار ہوا میں لہرایا اور زور سے دونوں پر پڑا۔ہاتھ ہٹا تو دونوں ڈھیر ہو چکی تھیں۔آنٹی افسوس سے یہ کہنے لگی"اوہو، میں نے تتلی کو تو نہیں مارنا تھا لیکن وہ مکھی کے ساتھ جو بیٹھی تھی۔۔۔پھر آنٹی نے ہاتھ میں صافی لی اور دونوں کو نالی میں پھینک دیا۔"یوں ایک ماڈرن تتلی ماری گئی۔۔۔"جبکہ وہ وہاں اپنی مرضی سے نہیں گئی تھی، لیکن جس کے ساتھ دوستی کی تھی اس کے ساتھ ہی خاتمہ ہوا۔اب فاطمہ نے بچوں کی طرف دیکھا۔۔جو غور سے اس کی کہانی سن رہے تھے۔فاطمہ نے پوچھا"بتایئے! تتلی کیوں ماری گئی!؟"بچے کہانی سے باہر آئے اور سوچ کر اپنے اپنے جواب دینے لگے۔پھر فاطمہ نے بچوں کو سمجھایا کہ یہ وہی بات ہے جو آپ کو سمجھنی ہے۔کہ کیوں تتلی ماری گئی؟ کیونکہ، اس نے دوستی ہی ایسی کی تھی۔ہم جس کے دوست ہوں گے، ہماری زندگیاں ویسی ہی ہوں گی اور موت بھی۔۔۔!دراصل اس دنیا میں اللہ نے ہمیں گروپس میں ہی بنایا ہے ایک گروپ مسلمانوں کا ہے اور دوسرا کفار ہم سب اپنا اپنا امتحان دے رہے ہیں۔تو میرے بچوں۔۔! آپ جانتے ہیں نا کہ جنھوں نے پاس ہونے کی ٹھانی ہوتی ہے وہ نالائقوں کے ساتھ بیٹھ کر ان کی طرح کے کام نہیں کرتے۔۔۔چاہے ان کے پاس مزے کرنے کا بہت کچھ ہو۔اور پاس ہونے والے کا راستہ سیدھا اور سادہ ہو۔اس گروہ کے لوگوں کو آخر میں فیل ہو جانا اور مارا جانا، ڈرائے گا۔کہ وہ دوسروں کے سے کام کریں کیونکہ پھر جو وہ بھگتیں گے وہی انہیں بھگتنا پڑے گا۔پتہ ہے بچوں اسی کو ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں بتایا کہ

"المرء مع من احبہ "

ترجمہ:"انسان جس سے محبت کرتا ہے انہی کے ساتھ ہو گا"(اور)

"*من تشبہ بقوم فھو منہ *"ترجمہ:"جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے ہو گا"

"اب آپ بتایئے وہ مومنین جنہیں پاس ہونا ہے کیسے لگیں گے اگر نام عبداللہ (جنت میں جانے والا ہو) اور وہ ہیلوین (Halloween) منائے(جو کہ فیل ہونے والے کا فنکشن ہے) کرسمس (Christmas) کے گانے گایں۔پھر کیا ہو گا فاطمہ نے ذرا توقف کرکے بچوں کو دیکھا جو انہماک سے بات سن رہے تھے۔۔۔۔

پھر! یہ ہو گا کہ عبداللہ ہیلووین (halloween) کے بھوتوں کے ساتھ ہولناک بھڑکتی ہوئی آگ میں پھینکا جائے گا۔جو پتھروں کو پگھلا دیتی ہے۔سوچیں کتنی گرم ہو گی! تو پھر کیا آپ تیار ہیں، کفار ان کے بھوتوں کے ساتھ دوزخ میں ڈال دیے جایں؟؟"

"نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔!!"

بچے زوردار آواز میں بولے!"چلیں صحیح ہے ورنہ میں تو آج ڈر گئی تھی کہ میرے پیارے پیارے بچے تو محنت کرنے والے اور کامیاب ہو کر دکھانے والے ہیں۔یہ ناکام لوگوں کی، کفار کی، فیل ہو جانے والوں کی مشابہت کیوں کرنے لگے؟۔چلیئے پھر آیئے ہم اپنا کام کرتے ہیں۔

ان کا تو ٹھکانہ ہی حاویہ ہے۔"





ناول "غرباء" آپکی زندگی یکسر بدل دینے والی دو ایسے دلچسپ کرداروں کی کہانی ہے جو مختلف انداز میں اپنی زندگی کے اتار چڑھاؤ میں اپنے رب کو پہچانتے ہیں۔ یہ ناول ایک طرف دین سے نابلد ایک لڑکی کی زندگی دکھاتا ہے اور دوسری طرف ایک ایسے لڑکے سے متعارف کراتا ہے جس نے اپنی زندگی اپنے رب کے نام کر دی تھی

یہ ناول چند حقیقی زندگیوں کی داستان ہے، جس میں کچھ واقعات اور مواد کی اونچ نیچ کے حسین امتزاج کو ایک ناول کی شکل دی گئی ہے۔ امید ہے آپکی زندگی میں گہرا اثر ڈالنے والا ثابت ہوگا۔ ان شاءاللہ

قسط وار ناول

غرباء

(اجنبی)

دوسری قسط

ڈاکٹر بنت اسلام

"مس کیٹی"!!!

"مس کیٹی سلیمان"۔۔۔۔!!!

بہت دور سے کوئی اجنبی سی آواز آرہی تھی۔ شاید کوئی اس کو مخاطب کر رہا تھا۔

خولہ نے آنکھیں کھولنے کی کوشش کی پر باہر کی تیز روشنی کے باعث وہ پوری طرح کھولنے میں ناکام رہی۔

"اف اللہ تیرا شکر ہے۔ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے"، کوئی مانوس سی دو نسوانی آوازیں بہت بھرائے ہوئے انداز میں ایک ہی بات بار بار دہرائے جارہی تھیں۔

وہ اجنبی آواز پھر سے اسے مخاطب کر رہی تھی۔

"ویری گڈ!! دوبارہ کوشش کریں"

خولہ اب کی بار آنکھیں کھولنے میں کامیاب رہی تھی۔ اسکو اس عمل میں پورے پانچ منٹ لگے تھے۔ آنکھیں تو کھول لی تھیں پر روشنی ابھی بھی اسے تکلیف دے رہی تھی۔ وہ یقیناً کسی ہسپتال کے ایک کمرے میں تھی۔

اسکے سامنے سفید لباس میں ملبوس، گلے میں سٹیتھوسکوپ لٹکائے ادھیڑ عمر کا ایک آدمی کھڑا تھا۔ وہ شاید کوئی ڈاکٹر تھا۔ اس سے کچھ فاصلے پر ایک لڑکی کھڑی تھی۔

کون تھی وہ؟ خولہ نے اپنے ذہن پر زور دیا۔

فرحت!! ہاں فرحت ہی تھی وہ۔ لیکن اس نے تو دو نسوانی آوازیں سنی تھیں۔ وہ دماغ پر زور دینے کی کوشش کر رہی تھی۔ اسکے سر میں درد ہونے لگا۔

"میں سونا چاہتی ہوں"، اس نے ڈاکٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔"۔

ڈاکٹر جو اس وقت اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا اسکے بات کرنے پر قدرے مطمئن ہوتا دکھائی دیا

"شکر ہے آپ ہوش میں تو آئی ہیں۔ میری طرف سے اب آپ جتنا مرضی سوئیں، بس اپنی دونوں سہیلیوں سے ایک دفعہ پوچھ لیں جنھوں نے دن رات آپ کے سرہانے گزارے ہیں"، اس نے آخری جملہ بولتے ہوئے مسکرا کر فرحت کی طرف دیکھا تھا

فرحت جو زیر لب اللہ کا شکر ادا کیے نہیں تھک رہی تھی، ہونٹوں پہ مسکراہٹ لیے اسکی طرف بڑھی

"کیٹی اللہ کا بہت شکر ہے تم ہوش میں آگئی ہو۔ ہم سب کی جان اٹکی ہوئی تھی۔ تمہیں پتا ہے تم پورا ایک ہفتہ کومہ میں رہی ہو۔ ہمیں لگا تھا ہم تمہیں کھو دیں گے۔ تمہارا سر پھٹ گیا تھا اور ساتھ میں دائیں ٹانگ کا فریکچر ہو گیا۔

ہم تو بس دعاؤں پہ لگے ہوئے تھے"، وہ خولہ کا ہاتھ پکڑے بنا رکے بول رہی تھی اور روئے جارہی تھی۔ خولہ کو اسکے آنسو اپنے ہاتھ پر گرتے محسوس ہو رہے تھے۔

"ڈاکٹر پیٹر نے بہت ساتھ دیا ہے ہمارا، یہ اس ہسپتال کے سب سے قابل ڈاکٹروں میں سے ایک ہیں"، وہ اب آنسو بہاتی تشکر بھری نظروں سے ڈاکٹر پیٹر کو دیکھ رہی تھی۔ چلیں اب انکو آرام کرنے دیتے ہیں، باتیں کرنے کو تو ساری عمر پڑی ہے"، ڈاکٹر پیٹر مشفقانہ انداز میں کہہ رہے تھے۔

خولہ کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا، وہ وہاں کیسے پہنچی تھی؟ وہ آخر بچ کیسے گئی؟ اور فرحت کیا کہہ رہی تھی، اس کا سر۔۔اور فریکچر۔

اسکے سر میں اب شدید درد ہونے لگا تھا۔۔

میں سونا چاہتی ہوں"، اس نے ایک بار پھر اپنی بات دہرائی۔

ہاں ہاں تم آرام کرو"، فرحت نے نرمی سے اسکا ہاتھ چھوڑا اور ڈاکٹر کے ساتھ کمرے سے باہر آگئی"

"اپنی دوست کی اسکے صدمے سے باہر آنے میں مدد کریں۔ جتنی جلدی ایسا ہوگا اتنا جلدی وہ ٹھیک ہو گی۔ مریض کے صحت یاب ہونے میں اسکی اپنی صحت یاب ہونے کی تمنا کا بہت بڑا کردار ہوتا ہے، اگر وہ خود ٹھیک ہونا نہیں چاہے گی تو شاید واقعی وہ ٹھیک نہ ہو"، ڈاکٹر پیٹر راہداری میں کھڑے، فرحت کو بہت فکرمندی سے بتا رہے تھے۔

"جی میں آپکی بات یاد رکھوں گی"

گڈ!!" وہ اطمینان بھری مسکراہٹ لیے وہاں سے چلے گئے"۔

فرحت واپس کمرے میں آگئی، خولہ پر فکر بھری ایک نظر ڈالی، وہ پرسکون انداز میں سو رہی تھی، پھر اپنے موبائل پر کسی کو کال ملاتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئی۔

خولہ جب نیند سے بیدار ہوئی تب شام ہو چکی تھی۔ خولہ اس وقت کمرے میں اکیلی تھی۔۔ اسکے سائیڈ ٹیبل پر ایک خوبصورت ٹوکری میں کچھ تازہ پھل پڑے تھے، شاید فرحت نے رکھے ہوں گے۔ اس نے خود سے سوچا۔ کمرے کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی جس سے باہر پھولوں سے سجا لان نظر آرہا تھا۔ پر شام کی اداسی نے شاید پھولوں کو بھی اداس کر دیا تھا۔ یا شاید یہ خولہ کے اندر کی اداسی تھی جو اسے ہر شے میں نظر آرہی تھی۔ اور شام کے منظر نے تو اسے اور بھی اداس کر دیا تھا۔

اس نے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی مگر پھر محسوس کیا کہ وہ اپنی دائیں ٹانگ پلاسٹر کی وجہ سے کچھ زیادہ نہیں ہلا سکتی تھی۔ اپنی حالت پر اور غمزدہ ہوتے ہوئے اس نے خود کو تھوڑا سا کھسکا کر تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھنے پر ہی اکتفا کر لیا۔

میں کیوں بچ گئی اللہ تعالیٰ؟ آپ نے مجھے کیوں مرنے نہیں دیا؟"، وہ اب اور ضبط برقرار نہ رکھ پائی اور اپنا چہرہ ہتھیلیوں میں چھپائے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔"

اسکے خوبصورت بال اسکے شانوں پر گر رہے تھے، کچھ لٹیں تھیں جو چہرے پر آ رہی تھیں۔ وہ کوئی بہت اداس شہزادی لگ رہی تھی۔

وہ یوں ہی بیٹھے بیٹھے کافی دیر روتی رہی، وہ اس قدر ٹوٹ کر کبھی نہیں روئی تھی۔ اس نے کبھی اس قدر کسی سے محبت بھی تو نہیں کی تھی۔

"اس نے کیوں کیا ایسا میرے ساتھ، میں نے اسکے لیے خود کو بھلا دیا تھا، میری صبح شام وہ ہی تو تھا، اسکے لیے ہی تو جیا تھا ہر پل"

وہ خود سے باتیں کرتی ہوئی پھر سے رونے لگی۔

کافی دیر تک اپنے دل کا غبار نکال لینے پر جب وہ رو رو کر تھک چکی تھی تو تکیے سے ٹیک لگائے خالی نظروں سے چھت کو دیکھنے لگی۔۔۔

سب کچھ ایک لمحے میں بدل گیا"

بس ایک لمحہ لگا تھا کیا زندگی اتنی تلخ بھی ہو سکتی ہے؟

میں کیٹی سلیمان، ہر آنکھ کی تمنا اور آس، ہر میدان جیتنے والی کیٹی،

محبت کا میدان ہار گئی۔۔

شاید محبت کچھ نہیں ہوتی، کوئی کسی سے محبت نہیں کرتا۔۔

یا پھر ہر مرد ہی ایسا ہوتا ہے، اسے بس خوب سے خوب تر کی تلاش ہوتی ہے، وہ کسی سے دل نہیں لگا سکتا، اسے ہر نیا چہرہ خرید لیتا ہے۔۔

ہاں یہی سچ ہے۔۔ مرد ذات ہے ہی بے وفا"، اس نے اپنے سوالوں کا خود ہی جواب دیا۔

اسی لمحے فرحت کمرے میں داخل ہوئی۔

"ارے تم کب جاگی؟"

"بس ابھی ہی"، اس نے فرحت سے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

اچھا ہوا تم نے سو لیا، اب کیسا محسوس کر رہی ہو؟"، اس نے خولہ کے پاس کرسی پر بیٹھتے ہوئے بہت پیار سے پوچھا۔"

خولہ جواب تک اپنے غم پے قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی، اس کے سوال پر اپنا ضبط پھر سے کھونے لگی۔۔

اسے کہنا کہ پلکوں پہ نہ تانے خواب کی جھالر،
سمندر کے کنارے گھر بنا کر کچھ نہیں ملتا۔
مجھے اکثر ستاروں سے یہی آواز آتی ہے،
کسی کے ہجر میں نیندیں گنوا کر کچھ نہیں ملتا
جگر ہو جائے گا چھلنی یہ آنکھیں خون روئیں گی،
وصی بے فیض لوگوں سے نبھا کر کچھ نہیں ملتا"

وہ آنکھوں سے موتی ٹپکاتی چھت کی جانب دیکھتے ہوئے کہتے گئی۔

فرحت کو ایسے جواب کی امید نہیں تھی۔ اس نے محسوس کیا کہ کیٹی کی آنکھیں متورم تھیں۔ وہ یقیناً کافی دیر روتی رہی تھی۔

وہ اب خود کو ملامت کر رہی تھی کہ اسے یوں کیٹی کو اکیلا چھوڑ کر جانا ہی نہیں چاہیے تھا۔ اسے اس کا یوں غمزدہ ہونا

بہت فکر مند کر رہا تھا۔ رونا تو دور کی بات، اس نے تو اسے کبھی اداس بھی نہیں دیکھا تھا۔

کیٹی!! پلیز سب بھولنے کی کوشش کرو، وہ شخص اس قابل نہیں ہے کہ اسکی وجہ سے آنسو بہائے جائیں۔"، وہ اسکا ہاتھ پکڑے اسے سمجھا رہی تھی۔"

کیٹی نگاہیں جھکائے خاموش آنسو بہا رہی تھی۔

فرحت.."، وہ نظریں ملائے بنا بول رہی تھی۔"

"کیا تم مریم کو بلا سکتی ہو؟"

کیوں نہیں"، وہ اسکی بات پر حیران ہوئی تھی، لیکن اس وقت اس سے کوئی سوال کرنا مناسب نہ تھا۔"

ابھی؟"خولہ نے اسکی طرف دیکھتے ہوئے اتنی بے چارگی سے کہا تھا کہ فرحت نے کچھ بھی سوچے بنا مریم کو فون ملا دیا"



کچھ ہی دیر میں کمرے کا دروازہ کھلا اور مانوس سے سیاہ عبایے اور نقاب میں ایک نوجوان لڑکی اندر داخل ہوئی۔

خولہ اب تک اداس آنکھیں لیے خاموش بیٹھی تھی۔ مریم کو دیکھ کر پھیکا سا مسکرا دی۔ اسے ڈر تھا کہ شاید وہ نہ آئے، اسکے پاس معقول وجہ بھی تھی نہ آنے کی۔

"تم لوگ باتیں کرو۔ میں کیفے سے کچھ کھانے کو لے کر آتی ہوں۔"فرحت کہتے ہوئے باہر نکل گئی۔"

اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ کیٹی مریم سے اکیلے میں ملنا چاہتی تھی۔ وہ ذہن میں ہزاروں سوال لیے کیفے کی طرف چل دی۔

اتنی دیر میں نرس کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ رات کی دوا دینے آئی تھی۔

اوہ مس مریم آئی ہیں!! کیسی ہیں آپ؟ آپ کی دوست ٹھیک ہوئیں تو آپ غائب ہی ہو گئیں"، نرس نے مریم سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا۔"

خولہ کے لیے اسکے الفاظ کسی شاک سے کم نہ تھے۔ کیا مریم وہاں آئی تھی جب وہ کومہ میں تھی؟ وہ لڑکی کیا تھی؟ کوئی مسیحا، یا کوئی فرشتہ؟؟ خولہ کو یہ سوچتے ہوئے خود پر شرم آ رہی تھی۔ اسے یاد آ رہا تھا اس نے اسکو کس طرح بے عزت کیا تھا۔ اسکی آنکھیں پھر سے نم ہونے لگی تھیں۔ پر اس نے اپنے جذبات پر قابو رکھتے ہوئے سارے آنسو اپنے اندر اتارے۔

مریم نے نرس کے گرم جوشی سے کیے جانے والے استقبال پر خولہ کے چہرے کے تاثرات پڑھ لیے تھے۔

بس کسی وجہ سے نہیں آ پائی"، مریم نے مسکراتے ہوئے نرس کا جواب دیا۔"

اس نے خولہ کے چہرے کے تاثرات پڑھ لیے تھے۔ اسے معلوم تھا یہ خبر اسکے لیے ایک شاک ثابت ہوئی ہو گی۔

رسمی بات چیت کے بعد نرس خولہ کو دوا دے کر چلی گئی۔

اب وہ اور مریم کمرے میں اکیلے رہ گئے تھے۔

مریم نے دروازہ بند کیا اور اپنا نقاب ہٹا کر دوبارہ خولہ کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔
"اب کیسی ہیں آپ کیٹی ؟"، مریم نے ہی خاموشی کا تسلسل توڑا۔"
کیٹی نہیں، خولہ !!"، اس نے مریم کو معذرت خواہانہ نظروں سے دیکھا، جیسے اپنی آخری ملاقات کے رویے کی تلافی کر رہی ہو۔"
مریم اسکی بات پر مسکرا دی۔
اسکی مسکراہٹ بہت پرکشش تھی۔ محبتیں بکھیرتی، سب کو اپنا بناتی۔
"مریم پلیز مجھے معاف کر دو، میں نے تمہارے ساتھ بہت..."، وہ بات مکمل نہ کر پائی، اسکی آواز بھر آئی تھی۔"مریم نے اسکا ہاتھ نرمی سے اپنے ہاتھوں میں لیا۔
"خولہ میں نے سب بھلا دیا۔ آپ بھی بھول جائیں"، وہ اسکا ہاتھ دباتے ہوئے کہہ رہی تھی۔"خولہ کو اس سے یہی امید تھی۔
"پلیز مجھے 'آپ' نہ کہو، اس سے اجنبیت کا احساس ہوتا ہے"، وہ پھیکا سا مسکرا کر کہہ رہی تھی۔"ویسے تو یہ لفظ کبھی محبت اور کبھی احترام کی علامت ہوتا ہے لیکن اگر آپکو نہیں پسند تو انشاءاللہ تم ہی کہوں گی"، وہ خولہ کی بات پر محفوظ ہوئی تھی۔"
خولہ اسکے جواب پر مسکرائی تھی۔ یہ اسکی اس دن کی پہلی مسکراہٹ تھی۔
"شکر ہے ہماری شہزادی مسکرائی تو سہی،"وہ آنکھوں میں چمک لیے خولہ سے کہہ رہی تھی۔"
خولہ کو لگا اس پر سے بہت سا بوجھ ہٹ گیا ہو جیسے، وہ مریم سے مل کر کافی ہلکا محسوس کر رہی تھی"مریم میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا...؟"وہ اب آنکھوں میں آنسوؤں کا سمندر لیے پوچھ رہی تھی۔"
قریب تھا کہ وہ پھر سے اس طوفان کو روکنے میں ناکام رہے۔
"میرے ذہن میں بہت سارے سوالات ہیں جو مجھے پاگل کر رہے ہیں"
خولہ! ہم انسان اللہ کے کاموں کی حکمت کو سمجھ نہیں پاتے، اس لیے جب کوئی کام ہماری مرضی کے مطابق نہ ہو تو دل چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ اور کبھی تو اللہ سے شکوے تک پہ اتر آتے ہیں، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ بہت دفعہ ہمیں وہ چھپی حکمت سمجھ میں آ جاتی ہے، اور تب ہم خود کو کوستے ہیں کہ ہم بھی کتنے بے وقوف تھے کہ یوں ہی واویلا مچایا اور اللہ کو بھی ناراض کیا۔"
"پر مجھے تو کبھی بھی کسی بھی پرابلم کی حکمت نہیں سمجھ آئی"
"تم نے کبھی غور ہی نہیں کیا ہوگا۔ جب تک دل کی آنکھ بند رکھو گی، کچھ بھی نظر نہیں آئے گا"
"جب کوئی چیز ہمیں نہیں ملتی تو اس میں ہمارے رب نے ہمارے لیے نقصان دیکھا ہوتا ہے اس لیے وہ ہمیں اس سے دور کر دیتا ہے
خولہ بنا پلک جھپکے اسکی باتیں سن رہی تھی۔
"اور کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہم خود اپنی وجہ سے وہ چیز کھو دیتے ہیں۔۔ اسکو حاصل کرنے کے جنون میں اتنے اندھے ہو جاتے ہیں کہ اسکو پانے کے چکر میں اندھیرے راستوں پر اتر جاتے ہیں"

تمہیں پتا ہے اندھیرے راستے کون سے ہوتے ہیں؟"
خولہ نے میکانکی انداز میں نفی میں سر ہلایا۔
"اندھیرے راستے اللہ کی نافرمانی کے راستے ہوتے ہیں"
خولہ کو سن کر جیسے کرنٹ لگا تھا۔ اسکو یاد آ رہا تھا اس نے کیسے جمال کی ہر جائز ناجائز بات مانی تھی۔ صرف اس ڈر سے کہ کہیں وہ اس کو کھو نہ دے
"ایسے راستوں میں اندھیرا اتنا گہرا ہوتا ہے کہ انسان کو کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا کہ اسکے اٹھتے قدم کسی کھائی کی سمت بڑھ رہے ہیں یا واقعی کسی پرسکون ٹھکانے کی طرف پتا ہے ایسا کیوں ہوتا ہے"خولہ کیا جواب دیتی، اس کو تو اسکی باتوں نے دم بخود کر دیا تھا۔ وہ بس حیرت زدہ اسکو دیکھے گئی۔
کیونکہ وہ ہدایت کے رستے نہیں ہوتے خولہ!! وہاں ہدایت کی روشنی نہیں ہوتی۔۔ روشنی تو رہنمائی کے لیے ہوتی ہے ناں، اور اللہ بھلا کیوں غلط منزل کی طرف رہنمائی کرے گا؟"
اسکے چپ رہنے پر مریم نے خود ہی اپنے سوال کا جواب دیا تھا۔
خولہ نے اتنی گہری باتیں پہلی دفعہ سنی تھیں۔ اس پر تو جیسے سکتہ طاری تھا۔
کافی دیر بعد اس نے سوال کیا
میں نے جب بھی کسی چیز سے محبت کی وہ میرے پاس نہیں رہی۔"
"کیا اسکا مطلب ہے کہ میں ہمیشہ ہی غلط منزل چنتی تھی؟ ہو سکتا ہے"
"۔اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم اس چیز کی محبت میں اس قدر آگے نکل گئی ہو کہ وہ چیز دینے والے کو ہی بھول گئی ہو
کیا مطلب؟"، خولہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔"
مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ تم اپنے رب کو بھول گئی ہو، جس نے تمہیں وہ نعمت عطا کی تھی۔ تم محبت میں محبت کی حد سے گزر گئی ہو۔ اس حد تک کہ تم نے خالق کے حق کے محبت بھی"""اسکو دے دی ہو؟
کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا ہمسر اور مدمقابل بناتے ہیں اور ان کے ایسے گرویدہ ہیں جیسے اللہ کے ساتھ گرویدگی ہونی چاہیے حالانکہ ایمان رکھنے والے"""۔ لوگ سب سے بڑھ کر اللہ کو محبوب رکھتے ہیں
"پتا ہے یہ کس کے الفاظ ہیں؟ یہ تمہارے اور میرے رب نے اپنے قرآن میں سورۃ البقرہ کی آیت 165 میں ہم سے کہا ہے"
خولہ تو ساکت بیٹھی اسکی باتیں سن رہی تھی۔ اسکی اتنی بھی ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ پلک تک جھپکا سکے۔ کیا یہ سب اللہ نے کہا تھا؟ اس نے کبھی قرآن سمجھا ہوتا تو اسے پتا چلتا۔ وہ خود سے باتیں کر رہی تھی۔
"مگر ایسا نہیں کہ مجھے اللہ سے محبت نہیں"، خولہ نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا۔"مریم مسکرا دی۔ خولہ کیا تم نے اللہ کی محبت کا پاس رکھا یا اپنی محبوب چیز کا؟ جس محبت کا پاس رکھا اسی سے تمہیں زیادہ محبت تھی۔ جس محبت کی خاطر دوسری محبت کو ناراض کیا مطلب وہ دوسرے سے جیت گئی۔"

تم نے محبت میں اپنے رب کا ہمسر بنالیا خولہ، جبکہ تمہیں تو سب سے بڑھ کر اللہ سے پیار کرنا تھا" خولہ کی آنکھوں میں پانی تیرنے لگا۔ واقعی اس نے تو کبھی اللہ سے محبت کی ہی نہیں تھی، بلکہ جسکو وہ اللہ سے محبت کا نام دیتی رہی، وہ تو اللہ سے مذاق تھا۔

مریم کچھ دیر خاموش رہی۔ خولہ نظریں جھکائے سوچ میں گم بیٹھی رہی۔۔ پھر مریم نے سلسلہء کلام وہیں سے جوڑا۔ خولہ تمہیں پتا ہے جب ہم ایسا کرتے ہیں تو صرف اللہ کو ہی نہیں کھوتے بلکہ خود کو آگ کے قریب بھی کر لیتے ہیں۔۔ دوزخ کی آگ کے!!!" لیکن دیکھو کہ اللہ تم سے اور مجھ سے اتنا پیار کرتا ہے کہ ہماری بے رخی کے بعد بھی ہمیں اس آگ سے بچانے کے لیے ہم سے وہ چیز ہی واپس لے لیتا ہے جسکی وجہ سے ہم نے تباہی کے گڑھے میں چھلانگ لگائی ہوتی ہے۔" خولہ نا سمجھی کے انداز میں اسے دیکھنے لگی۔ "مریم تم بہت مشکل باتیں کر رہی ہو۔ پلیز مجھے آسان لفظوں میں سمجھاؤ"، اس نے ماتھے پر بل لاتے ہوئے نا سمجھنے والے انداز میں کہا۔"

اچھا میں تمہیں ایک مثال سے سمجھاتی ہوں۔۔

فرض کرو تمہارا کوئی چھوٹا بھائی ہے۔ تم اسکو اسکی پسندیدہ ویڈیو گیم دلاتی ہو۔ مگر وہ میانہ روی سے چلنے کی بجائے سارا دن اس ہی کے ساتھ چمٹا رہتا ہے۔ اسے نہ کھانے پینے کا ہوش ہے نہ پڑھائی کی فکر۔ تو تم کیا کرو گی؟" پہلے اسے سمجھاؤں گی مگر اگر وہ نہ مانے تو اس سے وہ گیم واپس لے لوں گی کیونکہ تم اسکا مستقبل تباہ ہوتے دیکھ رہی ہو گی، رائٹ؟؟" خولہ نے دم بخود بیٹھے اثبات میں سر ہلایا۔

اف وہ تو اللہ کی باتوں کو کبھی سمجھ ہی نہ سکی تھی، وہ اب دل ہی دل میں خود کو ملامت کر رہی تھی۔۔! تم نے کبھی غور کیا اللہ بھی پہلی دفعہ گناہ کرنے پر ہمیں نہیں پکڑتے؟ ہمیں سمجھانے کے لیے ہماری طرف کتنے ہی ریمائنڈرز بھیجتے ہیں

کیا مطلب؟ کیا خواب میں بتاتے ہیں؟"، خولہ نے نا سمجھی سے پوچھا۔

مریم مسکرادی، "خولہ کیا تمہارے دل کی عدالت نے کبھی تمہارے خلاف گواہی نہیں دی؟ کیا اس نے کبھی تمہیں گناہ پر مجرم نہیں ٹھہرایا؟" خولہ کو لگا اسکا دل بیٹھ گیا ہو جیسے، اف کیا یہ اللہ کی طرف سے ریمائنڈرز ہوتے تھے؟" کیا کبھی بھی کسی نے تم سے کوئی ایسی بات نہیں کہی جس میں تمہارے کیے جانے والے گناہ کی طرف کوئی چھپی نصیحت ہو؟ کسی نے کبھی تمہیں اس پر ٹوکا ہو؟" ہائے اللہ!! کیا وہ بھی ریمائنڈرز تھے؟ وہ تو ہر ایسی بات پر بھڑک اٹھتی تھی کہ کسی کی مجال جو اس پہ انگلی اٹھائے؟ وہ دل ہی دل میں یاد کر کے شرمندہ ہو رہی تھی۔ اللہ تو ہمیں سمجھنے کا اور سدھرنے کا کتنا ہی زیادہ ٹائم دیتے ہیں، پر جب ہم

اس ڈھیل کو اپنی کامیابی تصور کرنے لگتے ہیں اور سدھرنے کا نام نہیں لیتے، تب اللہ ہم سے وہ چیز، وہ نعمت واپس لے لیتے ہیں، کیونکہ اب ہم اس کی وجہ سے آگ کے گڑھے میں گر رہے ہوتے ہیں"

مریم تم کتنی اچھی باتیں کرتی ہو، تمہیں یہ سب کس نے بتایا؟"، وہ اس سے مرعوب ہوئے بنا نہ رہ سکی۔ "وہ جواباً مسکرائی، "اللہ کی کتاب نے" کیا؟ اللہ کی کتاب نے؟ وہ کیسی باتیں کرتی تھی۔۔ اسکی سوچ سے بڑھ کر حیران کن!! انکے بیچ کچھ دیر خاموشی چھائی رہی، پھر خولہ گویا ہوئی، "تم نہیں پوچھو گی میں تمہیں کیوں بلایا؟" ہاں بھئی میں بھی سوچ رہی تھی، اتنے شاندار استقبال کے بعد ہم پر یہ نظرِ عنایت کیسے اور کیوں مگر!!" خولہ ہنس پڑی۔۔ اسکی موتی بکھیرتی ہنسی پر وہ محبت سے مسکرادی۔ وہ کتنی حسین تھی، اللہ نے اسے واقعی بے انتہا حسن دیا تھا، اس کی ہر ادا میں ایک جادوئی کشش تھی۔

"میں واقعی میں بہت شرمندہ ہوں"

مریم کے ہلکے پھلکے مزاج نے اسکا موڈ لائٹ کر دیا تھا

مریم تمہیں شاید میری بات بری لگے، مگر سچ کہوں تو مجھے دینی لوگ کبھی بھی پسند نہیں رہے۔ انکی گھٹن بھری باتیں سن کے مجھے کوفت سی ہوتی تھی۔ ہر وقت جہنم میں پھینک دیئے جانے کی خبریں سناتے ہیں۔" اس نے رک کر مریم کے تاثرات دیکھنے کی کوشش کی، مگر وہ تو اسی طرح پرسکون بیٹھی تھی، جیسے اسکے لیے یہ کوئی قابل توہین بات نہ ہو کہ اسکے سامنے اس جیسے حلیے کے لوگوں کے خلاف بات کی جائے۔۔

وہ ناراضگی یا ناپسندیدگی کا کوئی تاثر ہی نہیں دے رہی تھی۔ وہ رازوں سے بھرے کسی گہرے سمندر جیسی شخصیت کی حامل لڑکی تھی، اسکی باتیں کوئی پہیلی لگی تھیں اور وہ خود اپنی ذات میں کوئی بہت گہرا راز رکھتی تھی۔۔ جسکو جتنا بھی فاش کرنا چاہو اتنا ہی اور حیرت میں ڈوبتے جاؤ۔

اس نے پھر سے اپنی بات وہیں سے شروع کی، "پھر جب میں پہلی ملاقات میں تمہارے ساتھ اتنا برا پیش آئی لیکن تم نے میرے کسی بھی برے رویے کا برا جواب نہیں دیا تو مجھے بہت حیرت ہوئی۔۔

اور سچ کہوں تو میں متاثر بھی بہت ہوئی تھی، لیکن میں نے اپنے جذبات کو اپنی انا پر حاوی نہیں ہونے دیا۔۔ کیونکہ میں اپنی عادت کے خلاف جا کر تم سے اچھا رویہ نہیں رکھنا چاہتی تھی۔

پھر جب مجھے پتا چلا کہ تم نے فرحت کو اس دن کے واقعے کی کوئی شکایت نہیں کی تو مجھے واقعی میں دھچکا لگا تھا، اس بات نے میرے دل میں تمہارے لیے نرم گوشہ پیدا کر دیا تھا، یہ اور بات ہے کہ میں نے اس جذبے کو بھی اپنے دل کے کسی کونے میں چھپا دیا۔ پھر وہی انا آڑے آ گئی تھی۔

مریم پوری توجہ سے اسکی بات سن رہی تھی، اسے وہ دن اچھے سے یاد تھا، یاد بھی کیسے نہ ہوتا، اس کو کس قدر چوٹ پہنچائی گئی تھی، زندگی پہلے کم مشکل تھی جو لوگ سوچے بنا یوں ہی دل دکھا دیتے تھے، انسان پتا نہیں کس طرح اپنی زخمی روح کی کرچیاں سمیٹے زندگی کا سفر طے کر رہا ہوتا ہے کہ کوئی بھی راہ چلتا، اپنی دھن میں چلتے چلتے وہ سب پھر سے بکھیر دیتا ہے۔

اسے یاد تھا وہ کس ٹوٹے دل سے بہتی آنکھیں لیے وہاں سے نکلی تھی، بے اختیار اسکی نظریں آسمان کی طرف اٹھی تھیں۔

میرے رب تیری محبت میں ہر رسوائی قبول ہے۔

اس کی آنکھوں کے سامنے سارا منظر گھوم گیا تھا، پر اس نے خولہ کو اس کا احساس نہیں ہونے دیا تھا، وہ اپنے جذبات چھپائے اسکی بات سنتی رہی۔

"پر اب جب میرے پاس کچھ نہیں رہا تھا"

خولہ کی آواز بھر آئی، اس نے نظریں جھکالیں، کچھ لمحے اسی طرح خاموشی میں گزرے۔

پھر دوبارہ ہمت جمع کرتے ہوئے اس نے اپنی بات مکمل کی۔

"تو مجھے شدت سے تمہاری یاد آئی، مجھے لگا صرف تم ہو جس سے میں اپنا دکھ کہہ سکتی ہوں۔ جو لوگوں کی طرح میری ہنسی نہیں اڑائے گی بلکہ میرا غم سمجھ سکے گی۔""اور تم سے ملنے کے بعد میرے دل میں تمہاری قدر اور بھی بڑھ گئی ہے"

اسکے الفاظ پر مریم کو اپنے رب کی بات یاد آئی تھی،

"تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن گیا ہے"

یہ آیت اس نے کچھ دن پہلے ہی "سورۃ فصلت" میں پڑھی تھی۔

اس کا رب کیسے اسے اپنی آیتوں کا عملی مشاہدہ کراتا تھا، واقعی اسکے قرآن پر عمل کرو تو زندگی اسکی آیات کی تفسیر بن جاتی ہے۔ خولہ یہ اللہ کے کام ہیں کہ کب کس کو کس سے ملانا ہے، میں نہ ہوتی تو کوئی اور ہوتا، تمہارا اصل محسن تو وہ رب ہے جس نے ہر چیز پوری منصوبہ بندی کے ساتھ تمہارے سامنے ظاہر کی۔ کتنی گہری بات کہی تھی اس نے، اتنی چھوٹی عمر میں وہ اپنی گفتگو میں اتنی گہرائی کہاں سے لائی تھی؟ وہ جتنا بھی اس کو جان رہی تھی اسکی حیرت میں اضافہ ہی ہو رہا تھا۔

اتنے میں دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی، مریم نے احتیاط سے چہرے پر نقاب ڈالا اور دروازہ کھولنے کے لیے اٹھی، اس نے جب دروازہ بند کیا تھا تو شاید ساتھ ہی اندر سے لاک بھی لگا دیا تھا۔

وہ ہر وقت اس ٹینشن میں کیسے گھوم لیتی تھی خولہ کی سمجھ سے بالاتر تھا۔

"تم لوگوں کی گول میز کانفرنس ختم ہو گئی ہو تو کیا میں اندر آجاؤں؟"، فرحت نے دروازہ کھولتے ہی مسکراتے ہوئے اعلان کیا۔"میں نیچے ریسٹورنٹ میں گوری آنٹیوں کے ساتھ بیٹھے بیٹھے تھک گئی تھی، اف یہ انگریزی بھی عجیب عذاب ہی ہے، زیادہ دیر بولو تو لگتا ہے منہ ٹیڑھا ہو گیا ہے"، فرحت نے ماحول خوشگوار بنانے کی کوشش کی تھی۔"

دونوں لڑکیاں اسکی بات سن کر ہنس پڑیں۔

کمرے کا ماحول اب کافی حد تک خوشگوار ہو گیا تھا، فرحت کا حربہ یقیناً کام کر گیا تھا۔ وہ ایک شاپر میں کھانے پینے کا سامان لیے اندر داخل ہوئی۔

"اچھا میں اب چلوں؟ میرا یہاں ایک مریض داخل ہے، میں انکے ساتھ ہی رکی ہوئی ہوں"، مریم نے خولہ سے جانے کی اجازت چاہی"

اوہ!! کون ہیں؟"، خولہ کو اب سمجھ آرہا تھا وہ فرحت کی کال پر اتنی جلدی وہاں کیسے پہنچ پائی تھی"۔"میری دادی ہیں"

ایک لمحے کے لیے خولہ سے اسکی نظریں ملیں، پر اسی لمحے اس نے آنکھیں جھکا لیں۔ خولہ نے اسکی آنکھ میں چمکتا آنسو دیکھ لیا تھا پر وہ چاہ کر بھی کچھ نہ کہہ پائی، اسے کسی کا غم بانٹنا آتا ہی نہ تھا، اس نے تو ہمیشہ لاپرواہی کی زندگی گزاری تھی، اسے کہاں اچھے اچھے لفظ آتے تھے، وہ اپنے منہ میں لفظوں کے تعین کے لیے جملہ ہی سوچتی رہی کہ تب تک مریم انکو سلام کہہ کر وہاں سے چلی بھی گئی۔

"مریم کی دادی کو کیا ہوا ہے؟"، خولہ اب فرحت سے پوچھنے لگی۔"

"ان کو کینسر ہے"۔۔"آخری سٹیج پر ہے۔۔!!"، فرحت نے اسکے پاس بیٹھتے ہوئے اداسی سے جواب دیا۔"کیا؟ کینسر؟""ہاں""تمہیں پتا ہے اسکے والدین اس دنیا میں نہیں ہیں، اسکی دادی جیسے اسکی ماں بھی ہیں اور باپ بھی"خولہ کو یقین نہیں آرہا تھا کہ ابھی کچھ دیر پہلے اسکا غم بانٹتی، پرسکون لہجے میں بات کرتی لڑکی خود اتنی تکلیف میں تھی۔

کیسے وہ مشکلوں کے اس طوفان میں کسی پرسکون ساحل جیسی تھی؟ وہ اتنی ہمت کہاں سے لائی تھی؟ اس نے اسکی طرح خودکشی کیوں نہیں کر لی؟

کتنے ہی سوال تھے جو وہ مریم سے کرنا چاہتی تھی، پر اسے پتا تھا کہ وہ اس سے کبھی نہیں پوچھ پائے گی۔"یہ دیکھو میں تمہارے لیے کیا لائی ہوں"، فرحت نے شاپر میں سے فریش جوس اور فروٹ کیک نکالتے ہوئے کہا، وہ شاید اسے سوچوں کی دنیا سے دور رکھنا چاہتی تھا۔"

"تمہیں ایپل جوس بہت پسند ہے ناں"، اس نے جوس کا کین خولہ کی جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ اب کچھ بھی نہیں پسند۔۔۔!!!، خولہ نے دل میں سوچا مگر خاموشی سے کین لے لیا۔"مجھے یہاں کون لایا تھا؟""اور بیلا.. وہ کہاں ہے؟ وہ ابھی تک آئی کیوں نہیں؟"، اس نے سارے سوالات ایک ہی ساتھ کر ڈالے۔

فرحت نے خولہ کی جانب غور سے دیکھا۔ وہ مریم سے ملاقات کے بعد کافی بہتر لگ رہی تھی۔ اس نے سوچا اب شاید اسے سب کچھ بتا دینا چاہیے۔ آخر وہ اس سے کب تک چھپائے گی، اور چھپا بھی کیسے سکتی تھی۔ اس کے سامنے بیٹھی لڑکی عام لڑکیوں جیسی لڑکی نہیں تھی۔ وہ کیا تھی، جو جب کوئی بات ٹھان لیتی تھی تو پھر دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے اسکی بات سے اسے کوئی پیچھے نہیں ہٹا سکتا تھا۔

"تمہیں یہاں میں اور مریم لائے تھے"

"کیا؟؟"

"تم لوگ کیسے...؟؟"

"میں تو ریسٹورنٹ..."، وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔ شاید وہ تلخ یادیں پھر سے تازہ ہو گئی تھیں۔

میں اور مریم میڈیکل سٹور سے کچھ ادویات لینے اس طرف آئے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ تم بالکل سوچوں میں گم عجیب انداز میں سڑک کے ساتھ ساتھ چلتی جارہی تھی۔ مجھے پہلے تو لگا کہ میری آنکھوں کا دھوکہ ہے، وہ تم نہیں کوئی اور ہوگی لیکن تھوڑا اور قریب آنے پر پتا لگا کہ وہ تم ہی ہو۔"

خولہ تکیے سے ٹیک لگائے مسلسل سامنے کی دیوار پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔ وہ شاید اپنی آنکھوں میں جھلکتی اداسی فرحت کو نہیں دکھانا چاہتی تھی۔ "اور پھر تم نے یکایک ایک گاڑی کی سامنے آگئی۔""ہمارے تو ہوش اڑ گئے تھے"۔ "گاڑی والا تو اپنی جان بچانے کو بھاگ نکلا، کانپتے جسموں سے ہم تمہاری طرف بھاگے۔ "خولہ نے اپنی آنکھیں بند کرلی تھیں، اسے وہ واقعہ یاد کرنے پر بہت تکلیف ہو رہی تھی لیکن وہ فرحت کے سامنے رونا نہیں چاہتی تھی اور اس لیے اپنے آنسو پوری طرح ضبط کیے ہوئے تھی۔ "وہاں کافی لوگ جمع ہوگئے تھے، ہر طرف شور مچ گیا تھا، مجھ سے تو ہلا ہی نہیں جارہا تھا، مریم نے ہی ہمت کر کے ایمبولینس کو کال کی تھی، وہاں کسی نے پاس کے میڈیکل سٹور سے فرسٹ ایڈ کا سامان لا کر دیا، مریم ان کاموں میں ٹرینڈ ہے، اس نے ہی جلدی جلدی تمہاری مرہم پٹی کی۔ ہر طرف خون ہی خون تھا؛

بہت بہت برا ٹائم تھا وہ... "فرحت جیسے سب یاد آنے پر رونے کو تھی خولہ کی پلکوں پر سے آنسو کے چند قطرے اسکے گالوں پر لڑھک گئے، اس نے فوراً اپنا رخ مخالف سمت موڑ لیا، وہ کسی کے بھی سامنے رونا نہیں چاہتی تھی، اس نے رونا نہیں سیکھا تھا، اس نے تو ہمیشہ کلیوں کی طرح مسکرانا سیکھا تھا۔ "ہم تمہیں ایمبولینس میں ہسپتال لے آئے، بیلا کو فون کیا تو وہ بھی کچھ ہی دیر میں وہاں پہنچ گئی، تمہیں دیکھ کر بہت گھبرا گئی تھی وہ، اسکے بھی وہم و گمان میں نہیں تھا کہ تم خودکشی کرنے کی کوشش کر بیٹھو گی""اس نے بتایا کہ تم نے جمال کو ریسٹورنٹ میں دیکھا تو بنا کچھ سوچے سمجھے گاڑی وہیں روک کر جمال کی طرف چلی گئی، اور تمہارے وہاں سے جاتے ہی ٹریفک پولیس والے نے اسے آن گھیرا، اچھا خاصا جرمانہ بھرنے کے بعد بہت مشکل سے انھوں نے چھوڑا"

خولہ کو یہ سن کر شرمندگی محسوس ہوئی، وہ واقعی بیلا کو بڑی مشکل میں ڈال گئی تھی۔ "جب تک وہ اس معاملے سے فارغ ہوئی ہم اسے فون کر چکے تھے..."

"وہ سیدھا یہاں آگئی، ہم نے سوچا تمہارے گھر والوں کو اطلاع دینا بہت ضروری ہے سو ہم نے تمہارے فون سے مدد لینے کی کوشش کی، تم آخری وقت اپنا سیل فون گاڑی میں ہی چھوڑ گئی تھی اور بیلا یہاں آتے ہوئے اسے ساتھ لے کر آئی تھی۔ ہم نے تمہاری ساری کال لسٹ چھان ماری پر ہمیں تمہاری فیملی میں سے کسی کا بھی نمبر نہیں ملا۔ "حیرت کی بات ہے تم نے ایک کا بھی نمبر سیو نہیں کیا

ہوا؟؟"اس نے حیران ہوتے ہوئے خولہ کی طرف دیکھا۔

"وہ۔۔"

"بس زبانی یاد ہے تو نہیں کیا۔"

خولہ نے نظریں ملائے بنا جواب دیا، وہ نہیں چاہتی تھی اسکی آنکھیں اسکے جھوٹ کا عکس دکھا دیں۔

وہ کیا بتاتی کہ اسکے ماں باپ سے اسکی کبھی بنی ہی نہیں تھی۔

"جو بھی تھا کیٹی! آخر کسی کا تو نمبر۔۔"

"فرحت پلیز مجھے خولہ ہی کہو"

اس نے فوراً اسکی بات کاٹتے ہوئے کہا۔

فرحت تو جیسے دم بخود رہ گئی۔

ضرور اسکی سر کی چوٹ نے اس پر بہت ہی گہرا اثر چھوڑا ہے، ورنہ اسے تو یہ نام مذاق میں بھی لینا پسند نہیں تھا، وہ یہ سب باتیں سوچ کر اسکے لیے اور فکرمند ہوگئی تھی۔

"بیلا کہاں ہے؟ اسے تو اس وقت میرے پاس ہونا چاہیے تھا۔"

خولہ نے فرحت کے چہرے پر اس میں آنے والی حیران کن تبدیلی پر فکرمندی کے واضح آثار دیکھ لیے تھے، وہ اس وقت اسکے کسی بھی سوال کا جواب دینے کے موڈ میں نہیں تھی، اسکے سر میں درد ہونے لگا تھا، وہ بس جلد سے جلد بیلا والی پہیلی کا حل چاہتی تھی، اسکی بیسٹ فرینڈ کا اس حالت میں اسکے پاس نہ ہونا اسکو بے حد پریشان کر رہا تھا۔

"وہ۔۔"" کیٹی۔۔ میرا مطلب خولہ! تم سو جاؤ یہ سب باتیں تو ہم کل بھی کر سکتے ہیں، بہت رات ہوگئی ہے ڈاکٹر پیٹر نے کہا تھا تمہاری صحت یابی کے لیے نیند پوری کرنا بہت ضروری ہے"،

فرحت نے جیسے اس سوال کے جواب دینے سے بچنے کی کوشش کی۔

"فرحت پلیز!! میں سوچ سوچ کر پاگل ہو رہی ہوں۔۔"

"پلیز میری اذیت مت بڑھاؤ"اس نے التجا بھرے لہجے میں کہا۔ "اور اگر میں کہوں کہ جواب جان کر تمہاری اذیت بڑھے گی تو کیا تب بھی تم بیلا کے بارے میں جاننا چاہو گی؟"

وہ کیا کہہ رہی تھی، اف اب کون سی بری خبر اسکے انتظار میں تھی، کیا اور بھی کوئی مصیبت باقی تھی اسکو توڑنے کے لیے!!!۔

وہ ڈوبتے دل سے گویا ہوئی، "ہاں میں تب بھی جاننا چاہوں گی"

اگر یہ کوئی پہاڑ تھا تو آ گرے، کوئی آندھی تھی تو چل جائے، اس نے اپنی سب سے قیمتی چیز کھو دی تھی، اپنی زندگی کھو دی تھی، اب کوئی بھی آفت اس سے کیا چھین سکتی تھی، اس کے پاس کھونے کو کچھ رہا ہی نہیں تھا، اب کوئی بھی غم اسکا اور کیا بگاڑ سکتا تھا، اسکی خوشیوں کی کشتی تو کب کی ڈوب چکی تھی فرحت نے نظریں جھکا لیں۔

کچھ دیر تو وہ سوچتی ہی رہی کہ کس طرح حلق میں اٹکے الفاظ زبان تک لائے۔اسے خولہ کے ردِ عمل کا ڈر تھا، پتا نہیں وہ کس طرح ردِ عمل دکھائے گی۔ابھی آج ہی تو وہ کومہ سے باہر آئی تھی۔ یہ خبر اسکی ذہنی حالت اور خراب کر سکتی تھی۔

کیا کرے، بتائے نہ بتائے۔

وہ اسی شش و پنج میں تھی کہ خولہ کی بے چینی بھری آواز نے اسے سوچوں کی دنیا سے باہر لا کھڑا کیا۔

"فرحت دیکھو پلیز بتاؤ کیا بات ہے۔اس طرح چپ رہ کر مجھے ہارٹ اٹیک مت دو۔۔" وہ جیسے اضطراب میں رو دینے کو تھی۔"

"ایک منٹ!! وہ ٹھیک تو ہے نہ؟ کیا اسے کچھ ہوا ہے؟" اسکا دل اب بیٹھا جا رہا تھا۔ضرور بیلا کے ساتھ کوئی بہت بڑی بات ہوئی ہے۔اف اف وہ پہلے کیوں نہیں پہچان پائی، آخر اور کیا وجہ ہو سکتی تھی اسکی بیسٹ فرینڈ کی خلافِ توقع غیر موجودگی کی۔۔خولہ کا دل بیٹھنے لگا تھا۔

فرحت نے اسکے سوال پر سر نہیں اٹھایا، نظریں نہیں ملائی، بس ایک جملہ کہا جسے سن کر خولہ کو لگا جیسے کسی نے اسکے پیروں کے نیچے سے زمین کھینچ لی ہو، یا کہ اسکے سر پر آسمان لا گرایا ہو۔" بیلا اور جمال نے شادی کر لی ہے!!"

جاری ہے۔۔۔۔

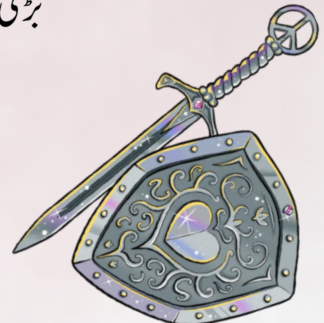


حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا

۔حضرت بی بی ام عمارہ رضی اللہ عنہا جن کا نام ''نسیبہ'' ہے جنگِ اُحد میں اپنے شوہر حضرت زید بن عاصم اور دو فرزند حضرت عمارہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لے کر آئی تھیں۔پہلے تو یہ مجاہدین کو پانی پلاتی رہیں لیکن جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر کفار کی یلغار کا ہوش ربا منظر دیکھا تو مشک کو پھینک دیا اور ایک خنجر لے کر کفار کے مقابلہ میں سینہ سپر ہو کر کھڑی ہو گئیں اور کفار کے تیر و تلوار کے ہر ایک وار کو روکتی رہیں۔چنانچہ ان کے سر اور گردن پر تیرہ زخم لگے۔ابن قمیہ ملعون نے جب حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر تلوار چلا دی تو بی بی اُمِ عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آگے بڑھ کر اپنے بدن پر روکا۔چنانچہ ان کے کندھے پر اتنا گہرا زخم آیا کہ غار پڑ گیا پھر خود بڑھ کر ابن قمیہ کے شانے پر زوردار تلوار ماری لیکن وہ ملعون دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا اس لئے بچ گیا۔

حضرت بی بی ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرزند حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک کافر نے زخمی کر دیا اور میرے زخم سے خون بند نہیں ہوتا تھا۔میری والدہ حضرت اُمِ عمارہ نے فوراً اپنا کپڑا پھاڑ کر زخم کو باندھ دیا اور کہا کہ بیٹا اُٹھو، کھڑے ہو جاؤ اور پھر جہاد میں مشغول ہو جاؤ۔اتفاق سے وہی کافر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے آ گیا تو آپ نے فرمایا کہ اے ام عمارہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا دیکھ تیرے بیٹے کو زخمی کرنے والا یہی ہے۔یہ سنتے ہی حضرت بی بی اُمِ عمارہ نے جھپٹ کر اس کافر کی ٹانگ پر تلوار کا ایسا بھرپور ہاتھ مارا کہ وہ کافر گر پڑا اور پھر چل نہ سکا بلکہ سرین کے بل گھسٹتا ہوا بھاگا۔یہ منظر دیکھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہنس پڑے اور فرمایا کہ اے اُمِ عمارہ! رضی اللہ تعالیٰ عنہا تو خدا کا شکر ادا کر کہ اس نے تجھ کو اتنی طاقت اور ہمت عطا فرمائی کہ تو نے خدا کی راہ میں جہاد کیا، حضرت بی بی اُمِ عمارہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دعا فرمائیے کہ ہم لوگوں کو جنت میں آپ کی خدمت گزاری کا شرف حاصل ہو جائے۔اس وقت آپ نے ان کے لئے اور ان کے شوہر اور ان کے بیٹوں کے لئے اس طرح دعا فرمائی کہ ''اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھُمْ رُفَقَائِیْ فِی الْجَنَّۃِ'' یا اللہ! عزوجل ان سب کو جنت میں میرا رفیق بنا دے۔

حضرت بی بی اُمِ عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا زندگی بھر علانیہ یہ کہتی رہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس دعا کے بعد دنیا میں بڑی سے بڑی مصیبت بھی مجھ پر آ جائے تو مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے۔ سبحان اللہ۔





وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ

الطب النبوی

ڈاکٹر خولہ الاسدی

طبِ نبوی میں پرہیز، طرزِ زندگی اور صحت کے سنہری اصول

طبِ نبوی صرف چند دواؤں یا گھریلو نسخوں کا نام نہیں بلکہ ایک مکمل نظامِ زندگی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات میں علاج سے پہلے احتیاط، اعتدال اور پرہیز کو بنیادی حیثیت دی گئی ہے۔ آج کی جدید طب جس تصور کو Preventive Medicine کہتی ہے، اس کی عملی جھلک ہمیں سیرتِ نبوی میں پوری طرح دکھائی دیتی ہے۔ اسلام انسان کو صرف بیماری کے بعد دوا کی طرف نہیں لے جاتا بلکہ ایسی زندگی گزارنے کی رہنمائی دیتا ہے جس میں بیماری کے امکانات ہی کم ہو جائیں۔

پاکیزہ غذا- صحت کی پہلی بنیاد

قرآنِ کریم نے انسانی صحت کے بارے میں نہایت جامع اصول بیان فرمایا:

﴿كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ﴾

"ہم نے تمہیں جو پاکیزہ رزق دیا ہے اس میں سے کھاؤ۔"

سورۃ البقرہ: 172

اس آیت میں دو بنیادی پیغام ہیں: ایک یہ کہ غذا پاکیزہ اور حلال ہو، اور دوسرا یہ کہ کھانا ضرورت کے مطابق ہو، خواہش کے مطابق نہیں۔ گویا اسلام ہمیں معیارِ خوراک اور مقدارِ خوراک دونوں میں توازن سکھاتا ہے۔ آج کی غذائی تحقیق بھی یہی بتاتی ہے کہ زیادہ تر بیماریاں غیر فطری خوراک، ملاوٹ اور بے اعتدالی کا نتیجہ ہوتی ہیں۔

قدیم اطباء کا ایک قول ہے کہ: "معدہ بیماریوں کا گھر ہے اور پرہیز دوا کی بنیاد ہے۔"

اس قول کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے بیشتر امراض کا آغاز معدے سے ہوتا ہے۔ جب کھانے میں بے اعتدالی ہو، غذا غیر مناسب ہو یا کھانے کے اوقات بگڑ جائیں تو جسم کا پورا انظام متاثر ہونے لگتا ہے۔ پرہیز سے مراد صرف کم کھانا نہیں بلکہ غلط غذا سے بچنا، وقت پر کھانا اور ضرورت کے مطابق کھانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طبِ نبوی میں علاج سے پہلے طرزِ زندگی کی اصلاح پر زور دیا گیا ہے۔

اسی مفہوم کو رسول اللہ ﷺ نے نہایت خوب صورت انداز میں یوں بیان فرمایا:

"ابنِ آدم اپنے پیٹ سے زیادہ برا کوئی برتن نہیں بھرتا۔ انسان کے لیے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر سیدھی رکھیں۔"

سنن ترمذی: 2380

یہ حدیث ہمیں سکھاتی ہے کہ صحت کا راز سادگی اور اعتدال میں ہے۔ زیادہ کھانا جسم کو بوجھل، دل کو سخت اور ذہن کو سست کر دیتا ہے، جبکہ ہلکی اور متوازن غذا انسان کو چست، پر سکون اور عبادت کے قابل بناتی ہے۔

صفائی اور طہارت کا نبوی اصول

اسلام میں صفائی کو غیر معمولی اہمیت دی گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"صفائی ایمان کا نصف حصہ ہے۔" صحیح مسلم: 223

طبِ نبوی میں صفائی کا مفہوم بہت وسیع ہے۔ اس میں جسم کی طہارت، لباس کی پاکیزگی، دانتوں کی صفائی، صاف پانی اور صاف ماحول سب شامل ہیں۔ آج میڈیکل سائنس یہ تسلیم کرتی ہے کہ بے شمار بیماریاں صرف صفائی کے اصول اپنانے سے ختم ہو سکتی ہیں۔ مسواک، وضو، غسل اور ہاتھ دھونے کی عادتیں دراصل صحت کے مضبوط حفاظتی حصار ہیں۔

نیند، سکون اور روزمرہ معمولات

نبی کریم ﷺ کا روزمرہ معمول فطرت کے عین مطابق تھا۔ آپ ﷺ عشاء کے بعد جلد آرام فرماتے اور فجر کے وقت بیدار ہوتے۔ دوپہر کے وقت قیلولہ آپ کی سنت تھی۔ یہ وہی نظام ہے جسے آج کی سائنس جسمانی گھڑی (Circadian Rhythm) کے نام سے بیان کرتی ہے۔ درست نیند نہ صرف تھکن دور کرتی ہے بلکہ ہارمونز، اعصاب اور قوتِ مدافعت کو بھی متوازن رکھتی ہے۔

حرکت و مشقت کی اہمیت

طبِ نبوی سستی اور جمود کی نہیں بلکہ متحرک زندگی کی تعلیم دیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"طاقتور مومن کمزور مومن سے بہتر اور اللہ کو زیادہ محبوب ہے۔"

صحیح مسلم: 2664

چلنا پھرنا، محنت کرنا اور جسم کو حرکت میں رکھنا دل، جوڑوں اور پٹھوں کے لیے شفا ہے۔ آج کی تحقیق بھی بتاتی ہے کہ روزانہ ہلکی جسمانی سرگرمی کئی دائمی بیماریوں سے بچاتی ہے۔

روحانی صحت اور جسم کا تعلق

اسلام کے نزدیک دل کی حالت جسم پر گہرا اثر ڈالتی ہے۔ قرآنِ کریم فرماتا ہے:

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ

"سن لو! اللہ کے ذکر سے دلوں کو سکون ملتا ہے۔" سورۃ الرعد: 28

حسد، غصہ، کینہ اور خوف جیسی کیفیات نہ صرف روح کو بیمار کرتی ہیں بلکہ جسمانی امراض کا بھی سبب بنتی ہیں۔ اسی لیے نبی ﷺ نے حسد کے بارے میں فرمایا:

"حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو۔" سنن ابو داؤد 4903

طبِ نبوی کا خلاصہ یہ ہے کہ صحت صرف دوا سے نہیں بنتی بلکہ صحیح طرزِ زندگی سے بنتی ہے۔ پاکیزہ غذا، اعتدال، صفائی، مناسب نیند، حرکت اور روحانی سکون، یہ سب مل کر انسان کو حقیقی صحت عطا کرتے ہیں۔ اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ جسم اللہ کی امانت ہے اور اس کی حفاظت عبادت کا حصہ ہے۔

عملی نکات

چند آسان عادتیں ہماری صحت بدل سکتی ہیں:

- پاکیزہ اور سادہ غذا اختیار کرنا
- پیٹ بھر کر نہیں بلکہ ضرورت بھر کھانا
- صفائی کو روز کا معمول بنانا
- وقت پر سونا اور جاگنا
- روزانہ تھوڑی چہل قدمی
- ذکر و دعا سے دل کو پُرسکون رکھنا

اگلی قسط میں ہم غذا سے شفا پر بات کریں گے ان شاء اللہ



افسانہ

مجھے دشمن کے بچوں کو پڑھانا ہے...

کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے۔ میری بیٹی، جو اس وقت تیسری جماعت میں پڑھتی تھی، دوڑتی ہوئی میرے پاس آئی۔ میں اس وقت کچن کے کام میں مصروف تھی۔ جلدی جلدی چیزیں نبٹانا چاہ رہی تھی کہ یہ صاحبہ آ دھمکیں۔ امی، امی! آپ کو پتہ ہے ہماری مِس نے بتایا ہے کہ (AI) آگئی ہے اب تو۔ آپ کو پتہ ہے (AI) کیا ہوتا ہے؟" میں نے اس کی طرف دیکھا اور جواب سوچا ہی تھا کہ وہ بول پڑی (Artificial Intelligence)!

"اب کمپیوٹر انسانوں کی طرح (Intelligent) ہو گئے ہیں۔ بہت تیز حساب کر لیتے ہیں، باتیں کرتے ہیں، مضمون لکھ لیتے ہیں۔ (H.W) بھی کر دیتے ہیں..." اس کی گاڑی رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی اور میں اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ، سے دیکھ رہی تھی کہ آج اس کی کسی استانی نے اس کو، بلکہ شاید پوری جماعت کو ہی، شدید رعب میں لے لیا ہے۔ شیطانی سائنس کی مرعوبیت اس کی باتوں سے نکل کر آ رہی تھی۔ آخر کار جب وہ رکی تو میں نے اس کی بات پلٹی۔ "بیٹا، یہ کوئی حیران ہونے کی تو بات نہیں۔ آپ اتنا متاثر کیوں ہو رہی ہیں اس بات سے؟ جبکہ اس پر تو افسوس کا اظہار کرنا چاہیے کہ (AI) آگیا ہے اب"۔ ہیں امی کیوں؟ اسنے بڑے حیرانی کے انداز میں کہا۔ میں نے بھی دل میں سوچا یوں تو میں اپنے بچوں کو باطل سے مرعوب ہونے نہ دوں گی۔ کام چھوڑ کر اسے سمجھانے بیٹھ گئی۔ بیٹا اگر کسی کا کوئی ہاتھ یا پاؤں ٹوٹ جائے تو بتاؤ اسکا کیا کیا جاتا ہے؟ اسکو ("Artificial") ہاتھ پاؤں لوہے اور پلاسٹک سے ملا لگایا جاتا ہے۔ جو اصلی جیسا نہیں ہوتا لیکن بیچارے معزور کا کام چل جاتا ہے اور کچھ محتاجی ختم ہو جاتی ہے۔ اگر یہ حال آج دنیا کا آگیا ہے کہ دماغ بھی فارغ ہو گئے ہیں اور وہ بھی اب (Artificial) ملا کریں گے تو یہ تو ترس کھانے اور بیچارگی محسوس کرنے کی بات ہے نہ کہ خوش ہونے کی۔۔۔ دراصل بیٹا یہ (Artificial Intelligence) انہوں نے یعنی کفار نے اپنے لئے بنائی ہے۔ اس لیے کہ انہیں اپنے دماغ پر شبہ ہے اور ہمیں ان کے دماغوں پر یقین ہے کہ وہ الٹے ہیں..... کیونکہ جس نے کائنات کے مالک کو نہ سمجھا جو کہ کائنات کا (A) ہے بلکہ (A-Z) ہے وہ اور کیا سمجھ پائے گا۔ تم اپنی (Natural Intelligence) پر رب کا شکر کرو۔ ہم امت مسلمہ ہیں۔ ہمارے پاس امام شافعی جیسے لوگ موجود ہیں جنھوں نے موطا امام مالک ایک رات میں یاد کر لی تھی۔ ہمارے پاس امام بخاری جیسے لوگ ہیں جن کی (Photographic memory) تھی۔ ہزاروں احادیث یاد تھیں۔ تیس ہزار رواۃ کے احوال ہمارے محدثین نے جمع کیئے ہیں۔ ہم (Trend Setters) ہیں

اتنی بات کے بعد اسکے چہرے کے تاثرات بدلے۔ اچھا!! صحیح کہہ رہی ہیں آپ۔ وہ تو اٹھ کر چلی گئی لیکن میری پریشانی بڑھا گئی۔ آخر 8 گھنٹے میرے بچے کسی کے حوالے ہوتے ہیں روزانہ اور میں جانتی بھی نہیں وہاں کون کون کس عقیدے اور نظریے کا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ پیسے دے کہ میں اپنے بچے خراب کروا رہی ہوں...

(اس واقعے کو تحریر کرنے کا مطلب ہر گز یہ نہیں ہے کہ آپ کو اس ٹیکنالوجی کے بلکل خلاف کر دیا جائے بلکہ اس کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ دورِ حاضر کی ان ایجادات پر مکمل بھروسا اور انحصار نہ کیا جائے اور ان کو بس ضرورت کے تحت استعمال کیا جائے تاکہ یہ ہمارے لیے فتنہ نہ بن جائیں۔)

اسکے کچھ ہی دن کے بعد میرا بیٹا دوڑتا ہوا میرے پاس آیا۔ امی میں بور ہو رہا ہوں۔ اچھی بات ہے بیٹا۔ یہ بھی ذہنی صحت کے لئے کارآمد ہے۔ میں نے بغیر دیکھے جواب دیا... وہ تھوڑی دیر کسمساتا رہا پھر میری طرف موبائل بڑھایا اور بولا اچھا یہ لیں (mobile) اور گوگل سے پوچھ کر بتائیں ہم کیا کھیلیں۔ ہیں!! میرا تو دماغ چکرا گیا۔ میں نے گھور کر اسکی طرف دیکھا۔ تمھارے اپنے پاس دماغ نہیں ہے کیا! اور جھٹکے سے موبائل اس سے لیا۔ دل چاہ رہا تھا گھما کے ایک تھپڑ جڑ دوں لیکن پھر اس کے بجائے اپنے اوپر ایک (Failed) ماں ہونے کا احساس غالب آگیا جو جانتی ہے کہ فتنوں کا دور ہے اور فتنے کالی گھٹاؤں کی طرح آ رہے ہیں اور اس کے باوجود اپنے بچوں کی کوئی ذہن سازی نہیں کر رہی.. کیا منہ دکھاوں گی میں قیامت کے دن پیارے نبی ﷺ کو۔ کیا کیا میں نے آپکے امتیوں کے ساتھ۔ اور اگلے ہی لمحے میں نے سوچ لیا کہ اب اپنے بچوں کو دجالیت کے لئے نوالۂ تر بننے نہیں دینا

آج ہم جس دور میں جی رہے ہیں وہ انتہائی جہل کا دور ہے۔ نہایت فالتو اور بے کار چیزوں کو قابل فخر و ستائش سمجھا جاتا ہے۔ اور اسکی ترویج کی جاتی ہے۔ لوگوں کے دماغوں کو مقید کر دیا گیا ہے اور انکو ایک ہی طرح سے سوچنے پر مجبور کیا جا رہا ہے تاکہ وہ پکے پکائے غلام بن جائیں جو باطل کو پروان چڑھائیں اور بغیر جانے بوجھے انہیں کے افکار پر چلیں۔ اسی لئے اسلام نے کلمہ طیبہ کی پہلی شرط "علم" کو قرار دیا ہے۔ وہ علم جو خالق کی پہچان دے۔

(فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا الله) (قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ)

علم ہی در حقیقت وہ شے ہے جو مومن کو کافر سے الگ کر دیتی ہے۔ لیکن کیا کیا جائے آج کے دور کا کہ ناقص معلومات کو علم کے قائم مقام سمجھ لیا گیا۔ وہ تمام باتیں جن کی کنجی اللہ کے پاس ہے اور ان کا سیکھنا ثانوی حیثیت رکھتا ہے، علم کا درجہ دے دیا گیا۔ جیسا کہ سائنسی علوم جو غور فکر کے نام پر پڑھائے جاتے ہیں۔ لیکن غور و فکر کے بجائے مخلوق کو خالق سے دور کر کے مادہ پرست زیادہ بنا دیتے ہیں۔

❄ • ❄ • ❄

ایک دن یونیورسٹی کی چند طالبات جو کہ معمول کے مطابق قرآن پڑھنے آتی تھیں ذرا دیر سے آئیں اور آتے ہی اپنے شکوے لے کر بیٹھ گئیں۔ باجی دیکھیں نا کیا کرے بندہ اتنا کام ہے کہ کوئی اپنی مرضی سے قرآن پڑھنے بھی نہیں آنے دیتا۔ اتنے کام پڑ گئے ہیں اور وقت اتنا (Calculated)، تھک کے سوتی ہوں اور صبح اٹھا بھی نہیں جاتا۔ اسکے جملے طول پکڑ رہے تھے کہ میں نے روک لیا۔ کیا پڑھتی ہو۔ یونیورسٹی جا کر ابھی تک یہ بھی نہ سکھایا انہوں نے کہ وقت، دن اور رات، گنتی، کوئی بھی چیز ان میں سے (Calculation) نہیں کی ہے بلکہ (Dimensions) ہیں۔ ان کی حقیقت اللہ کے پاس ہے۔ یہ جامد چیزیں نہیں ہیں بلکہ (Contract) اور (Expand) ہوتی ہیں۔

خندق کے موقع پر کھدائی کے دوران حضرت بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ کی زوجہ نے گھر سے چند کھجوریں بھیجیں اپنی چھوٹی بیٹی کے ہاتھ کہ ابا اور ماموں کو کھانا دے آؤ۔ بچی خندق کھودنے والوں میں اپنے والد کو تلاش کر رہی تھی کہ پیارے نبی ﷺ نے پکار لیا کہ ادھر آؤ۔ کیا ہے تمھارے پاس؟ بچی نے بات بتائی تو پیارے نبی ﷺ نے وہ مٹھی بھر کھجوریں اس سے لے لیں اور ایک کپڑے میں ڈال کر اپنی چادر اس پر پھیلا دی۔ پھر تمام صحابہ کرامؓ میں منادی کروا دی کے آکر کھانا کھالیں۔ اب ہر کوئی آتا گیا اور بھر بھر کر کھجوریں لیتا گیا اور وہ کھجوریں بڑھتی گئیں یہاں تک کہ آخر میں چادر سے باہر نکلنے لگیں... کہاں گیا (2+2=4)...! یہ تو دراصل عمومی نکلنے والا نتیجہ ہے ورنہ (2+2) کیا ہوگا یہ اللہ کی مرضی ہے۔ یہ اسکی (Dimensions) ہیں۔ کسی کے لیئے گھٹا دیتا ہے اور کسی کے لیے بڑھا دیتا ہے۔

وقت کی بھی مثال ہم دیکھ لیں۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ 65 سال کی عمر پا سکے لیکن اگر کوئی انکے علمی کام مجلد فتاویٰ کو ہی دیکھ لے تو دنگ رہ جائے گا کہ کیا یہ پیدائش سے ہی تعلیم و تعلم کا حصہ تھے جبکہ وہ قید و بند اور جہاد میں بھی خاصے مصروف رہے لیکن یہ وقت بھی ان بے وقوف کفار کی سمجھ اور (Science) کے پیمانوں سے ماورا چیز ہے۔

یہ لوگ کہتے ہیں (wireless) سسٹم آج آیا جبکہ روم و فارس کی فتوحات کے دوران جب حضرت ساریہؓ کا لشکر ایک جگہ پریشانی میں مبتلا ہو گیا کہ پیچھے پہاڑ ہے اور آگے دشمن کا شدید حملہ۔ اسوقت حضرت عمرؓ مسجد نبوی میں بیٹھے تھے کہ اچانک زور زور سے کہنے لگے "یاساریۃ الجبل" "یا ساریۃ الجبل" اور یہ آواز لشکر کو وہاں سنائی دی جسکے بعد انکی توجہ اس طرف مبذول ہوئی اور نہایت عمدگی سے پہاڑ پر چڑھ کر انہوں نے دشمن کو زیر کر دیا.. یہ تمام باتیں مجھے باطل کی (Science) کے محدود نظریے اور گھٹن سے نکال کر آزاد اور طاقت ور بنا دیتی ہیں۔ اور اسی لیے ایک مومن کے آگے کچھ بھی (Impossible) نہیں رہتا۔

اسکی نظر ان بے وقوفوں کی دس بیس (Dimensions) سے اوپر اٹھ کر رب کائنات کی (million dimensions) تک چلی جاتی ہے۔ اور 11/9 اور 7 اکتوبر جیسے عظیم معرکے ہو پاتے ہیں۔ اگر ہم ان سے مرعوب ہو کر چلے تو ہمارا (2+2=4) ہی رہے گا اور اگر قرآن پر چلے تو پھر 4000 بھی ہو سکتا ہے اور (Infinite) بھی۔ آج ہمیں اس بات کی بہت زیادہ ضرورت ہے کہ اپنے بچوں کو باطل کی بے یار و مددگار تہذیب کی مرعوبیت اور اسکے شکنجے سے نکالیں۔ ان کو اس تعلیمی نظام کے زہر سے نکالیں جو ان میں دہریت کو ہوا دے رہا ہے۔

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کے فرعون کو کالج کی نہ سوجھی

صحیح کہتے ہیں جب یہ اپنے بدلے کے انداز کو واضح کرتے ہیں کہ ہمیں دشمن کے بچوں کو پڑھانا ہے۔ کیونکہ واقعی جس تعلیم کو یہ لے کر مسلم بچوں کو پڑھانا چاہ رہے ہیں وہ ان کو مسلم رہنے ہی نہیں دے گی۔ انکی دینی غیرت و حمیت مار ڈالے گی۔ تو بدلہ تو ہو گیا... اب کون لڑنے اٹھے گا؟ کون حمایت اسلام میں اپنے آپ کو گھلائے گا!

صدیوں پہلے انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں سے بھی ایسے ہی بدلہ لیا تھا جب ایک (John paul) نامی شخص کو اٹھایا تھا۔۔ پھر وہ سب عیسائی بن گئے اور اسکے بعد کوئی ہجرت، قربانی اور جہاد نہ ہوا کیونکہ عقیدے خراب ہو گئے تھے اور جذبات ٹھنڈے کر دیے گئے تھے۔ پھر عبداللہ بن سباء اٹھایا اور بہتوں کو ٹھنڈا کر دیا۔ آخر میں لارڈ میکالے نے سب کو مات دے دی اور امت مسلمہ کو دہریہ بنانے کا نسخہ بنا ڈالا۔

اب اسکے اثرات آج ہم امت مسلمہ میں روحانی (AIDS) کی طرح دیکھ رہے ہیں کہ جس طرح (AIDS) کا (Virus) جسم کے لیئے کوئی بیماری نہیں بلکہ صرف یہ ہے کہ وہ جسم کے قوت مدافعت (فوج) کو تباہ کر دیتا ہے جسکے بعد جسم بے یار و مددگار ہو جاتا ہے اور جو بیماری بھی اسکو لگتی ہے وہ اس میں بیٹھ جاتی ہے اور پھر وہ انہیں سے مر جاتا ہے۔ اسی طرح اس تعلیمی نظام نے ہمارے عقائد کو ایسا خراب کیا کہ آج ہم اپنے دفاعی نظام (جہاد فی سبیل اللہ) کے درپے آزار خود ہو گئے ہیں۔ اب جو نئی بیماریاں (بُرائیاں) آتی ہیں، بیٹھ جاتی ہیں کیونکہ دفاع کرنے والے ہاتھوں کو ہم نے خود باندھ رکھا ہے۔

لیکن ان شاء اللہ کیونکہ اللہ رب العزت کا وعدہ ہے کہ وہ اس امت کے کام کو جو نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع کیا تھا پایۂ تکمیل تک پہنچائے گا تو اگر ہم اس کے بھروسے پر اپنی نسلوں پر محنت کرتے رہے تو دور نہیں وہ وقت جب امت مسلمہ کے بچے جاہلیت کے سرغنوں کا سر کاٹیں گے اور باطل تہذیب کا خاتمہ کریں گے۔

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخ نازک پہ آشیانہ ہو گا ناپائیدار ہو گا



اصحاب کہف اور آج کے مسلم نوجوان

دور حاضر میں اسلام اور مغربی تہذیب کے درمیان معرکہ بپا ہے، اس میں ایمان پر جمے رہنے اور مغربی تہذیب کے خلاف معرکے میں صبر واستقامت کا مظاہرا کرنے کے لئے ہمیں سورۃ کہف سے بہت رہنمائی ملتی ہے۔
اس سورۃ کی فضیلت اس وجہ سے بھی ہے کہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:
جس نے سورۃ کہف پڑھی اس طرح پڑھی کہ جس طرح وہ نازل ہوئی اس کے بعد دجال ظاہر ہوا تو وہ اُس پر قابو نہ پاسکے گا یا اس کو قابو میں لانے کا کوئی راستہ اس کو نہ ملے گا۔
جس طرح دجال جیسے شدید فتنے سے بچاؤ اس سورۃ کی تلاوت میں پوشیدہ ہے تو آج کی اس مادی مغربی تہذیب سے بچاؤ کے لئے بھی اس سورۃ سے رہنمائی ملتی ہے کیوں کہ آج کے دور کے فتنوں، تحریکوں، دعوتوں، فلسفوں اور فکری رجحانات کا دجال سے تعلق ظاہر ہے۔
دجال کی شخصیت کو اس کا نام ہی ظاہر کرتا ہے، دجل یعنی جھوٹ، فریب، ملمع سازی، اور فریب کاری کہ جن سے دجال کام لے گا، وہی آج کی مغربی تہذیب اور اس کے پرستاروں میں بھی نظر آتی ہے چاہے وہ پرستار نام نہاد مسلمان ہی کیوں نہ ہوں۔ اس سورۃ کے مطالعے سے اور اس کے فہم سے آج کے نوجوانوں کو بھی نہ صرف فتنوں سے آگاہی ملتی ہے بلکہ ان کے خلاف ڈٹ جانے کا حوصلہ ، اور ایک نہ ایک دن ان کے ختم ہو جانے کا یقین بھی پیدا ہوتا ہے۔
سورۃ کہف میں سب سے پہلے اصحاب کہف کا ذکر ملتا ہے کہ جن کے دور میں شرک ایک دین بن چکا تھا، تو چند نوجوانوں نے توحید کی صدا لگائی۔ ان کی یہ صدا اُس سوسائٹی میں اور اس کے مروجہ آئین اور قانون کے خلاف ایک بغاوت سمجھی گئی۔ اس معاشرے اور حکومت کی رضامندی کے بغیر زندگی گزارنا آسان کام نہ تھا۔ اسباب کا فلسفہ، تہذیب و معاشرہ، اور زندگی کے حقائق سبھی انہیں سمجھا رہے تھے کہ وہ حکومت اور معاشرے کے سامنے ہتھیار ڈال دیں اور اس شرکیہ حکومت کی رٹ کو تسلیم کرلیں، اس لئے کہ کھانے کے بغیر پیٹ نہیں بھرتا اور کھانا حکومت کے جاری کردا کرنسی سے ملتا ہے۔ عزت اور نیک نامی صرف جاہ سے ملتی ہے اور جاہ سرکاری نوکری اور افسری کے بغیر ہاتھ نہیں آتی۔ عافیت، سکون اور سلامتی صرف معاشرے کے مروجہ طریقہ کار پر چلنے اور سوسائٹی کی موافقت وحمایت میں ہے اور یہ موافقت رائج الوقت عقیدہ کی پیروی کے بغیر ممکن نہیں۔ یہ وہ مادی منطق اور فلسفہ ہے جو انسانی تجربہ و مشاہد پر مبنی ہے

عین ہی اسی طرح کی صورت حال ہمیں آج بھی نظر آتی ہے کہ جب اس مغربی تہذیب، اس کے شرکیہ نظام اور اس کی معاشرتی گندگیوں کے خلاف علم بغاوت بلند ہوا تو یہی دلائل، تجربات و مشاہدات آج کے ان باغی نوجوانوں کے سامنے بھی رکھے گئے، انہیں ان کے عزیزوں اور دوستوں نے سمجھایا، آج کے اس رائج الوقت شرکیہ نظام سے بغاوت کا نقصان سمجھایا، مستقبل کی ایک بھیانک تصویر کشی کی اور جب یہ نوجوان پھر بھی اللہ کی مدد کے بھروسے پہ ڈٹے رہے تو آج کی ان حکومتوں نے ان کو دبانے، کمزور کرنے اور حوصلہ پست کرنے کے لئے دجل یعنی جھوٹ، فریب اور دھوکہ دہی سے کام لیا۔
وہ نوجوان جو اس دنیا سے شرک کا عالمی نظام ختم کرنا چاہتے ہیں وہ کمزور اور مظلوم قوموں کو اس استعماریت سے نجات دلانا چاہتے ہیں اور دنیا کے وسائل کی منصفانہ تقسیم چاہتے ہیں۔ جبکہ لوٹ کھسوٹ کا یہ عالمی نظام، کہ جو بینکاری اور اسٹاک ایکسچینج کے اعداد و شمار میں الجھا کر تمام وسائل سمیٹ رہا ہے اور جمہوریت کے نام پر افراد کو خالق کائنات اللہ سبحان و تعالی کی غلامی سے نکال کر انسانوں کی ناقص اور نامکمل عقلوں، مشاہدوں اور تجربوں کی نظر کر رہا ہے۔ اس عالمی نظام کے خاتمے کے لئے نکلنے والے دہشت گرد، انتہا پسند اور بنیاد پرست ٹھہرے اور دنیا میں انسانوں کو غلام بنا کر ان کی تجارت کو باقاعدہ ایک کاروبار کی شکل دینے والے، دوسرے خطوں کے وسائل کو زبردستی یا دھوکہ دہی اور فریب سے لوٹنے والے اور ان ہی استعماری طاقتوں کے غلام نام نہاد مسلم حکمران کہ جو اپنی مسلمان عوام کو ان کافروں اور ظالموں کی غلامی میں دینے اور اس ظلم کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والوں کو پوری طاقت اور وحشت سے کچلنے میں اپنے آقاؤں سے بھی دو ہاتھ آگے نکل گئے، سب مہذب، متمدن اور معاشرے کے صالح ترین افراد ٹھہرے۔ بھلا اس سے بھی بڑا دھوکہ، فریب اور دجل کبھی تاریخ میں ہوا ہو گا؟
سورۃ کہف جس وقت نازل ہوئی تھی اس وقت مکہ کے مسلمان بھی معاشرے کے اندر اجنبیت اور آزمائشوں کا شکار تھے، بلاآخر نجات کی صورت پردہ غیب سے ظاہر ہوئی اور یثرب (مدینہ) کی صورت میں ایک محفوظ قلعہ وغار ان کو ملی، جہاں سے انہوں نے نہ صرف عرب بلکہ وقت کی بڑی طاقتوں روم وفارس کو بھی اسلام کے سامنے جھکایا۔ بھلا اس سے بھی بڑا معجزہ تاریخ کے افق پہ ہوا ہو گا کہ وہ عرب مسلمان کہ جو مکہ میں اجنبیت اور ظلم و تشدد کا شکار تھے چند سالوں بعد روم و فارس جیسی طاقتوں سے نبرد آزما ہوئے اور ان کو شکست دے کر فاتح عالم ٹھہرے۔



اصحاب کہف جب اپنے موقف پہ ڈٹ گئے تو وہاں کی زمین ان کے لئے تنگ ہو گئی اور ظاہری مادی سہولیات سے بھرپور، پرسکون دنیاوی زندگی لیکن آخرت کی بربادی ورسوائی ایک طرف ان کی منتظر تھی اور دوسری طرف مشکلات و مصائب، اجنبیت وبیچارگی کی عارضی زندگی لیکن آخرت کی پرسکون اور ہمیشہ رہنے والی زندگی تھی۔ بلاشبہ اصحاب کہف نے عقلمندی کا فیصلہ کیا اور اس فیصلے کے بعد انہوں نے اپنا شہر چھوڑ کر، تمدن کے تمام رنگینیوں اور شہر کی تمام دلچسپیوں سے منہ موڑ کر اور اسباب معیشت سے دست کش ہو کر نکل کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اپنا محبوب اور باعزت گھرانہ چھوڑنا قبول کر لیا لیکن حق سے منہ موڑنا اور اس سے پیچھے ہٹنا قبول نہ کیا۔ بلاشبہ اصحاب کہف کے اس قرآنی قصے میں آج کے نوجوانوں کے لئے ایک بہت بڑا سبق پوشیدہ ہے اور وہ یہ کہ جب انسان اللہ کے پیغام کا داعی بن کر، اسباب پر بھروسہ چھوڑ کے اللہ کی رحمت کی امید میں صبر کا دامن تھامے رکھتا ہے تو کامیابی اس کا مقدر بن جاتی ہے۔

آج بھی آپ کے سامنے ایسے نوجوان موجود ہیں کہ جنہوں نے اپنے وطن، اہل وعیال، دوست احباب اور ہر لذت واقتدار سے دوری اختیار کی لیکن انہوں نے اس جدید شرکیہ جمہوری نظام کے تلے رہنا ایک لمحہ کے لئے بھی گوارا نہ کیا۔ انہوں نے نفس کے تقاضے سے زیادہ روح کے تقاضہ اور عقل کے مطالبے سے زیادہ ایمان کے مطالبے پر توجہ دی اور جسم و جان سے اپنے آپ کو آج کے اس معرکہ حق وباطل میں کھپا دیا۔

بلاشبہ یہی اصحاب کہف کا راستہ ہے اور اصحاب کہف کی طرح ایمان، یقین، معرفت اور ذکر ودعا کی دولت سے، اسباب و وسائل کی حامل اس جدید دجالی تہذیب کو شکست دینے کے لئے نوجوان میدان عمل میں اترے۔

اصحاب کہف کی طرح آج کے یہ نوجوان بھی مسبب الاسباب، اس کائنات کے خالق ومالک اللہ سبحان وتعالی کی مدد کی امید پر، اس کی نازل کردہ شریعت کو تمام نظاموں پر غالب کرنے کے لئے ہجرت کی راہوں میں اجنبیت کا شکار ہیں اور اس دین اسلام کے امتیازی وصف یعنی جہاد کو تھامے ہوئے ہیں، اور بلاشبہ اگر آج کے ان مجاہدین نے صبر واستقامت سے یہ معرکہ لڑنا جاری رکھا تو اصحاب کہف کی طرح اور جن پر یہ سورۃ کہف نازل ہوئی یعنی، نبی اکرم ﷺ اور ان کے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی طرح، فتح ان کا مقدر ہو گی اور اس جدید دجل و فریب پر مبنی شرکیہ نظام کی جگہ اللہ کی شریعت کا غلبہ ہو کر رہے گا۔

انشاءاللہ

پلٹ آؤ
اپنے رب کی طرف

قرآن پڑھتے ہوئے کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان آگے پڑھ ہی نہیں پاتا کیونکہ ایک آیت دل کو اسقدر ہلا دیتی ہے کہ آنکھیں اپنے رب کی لامحدود محبتوں اور رحمتوں کو دیکھ کر بھیگ جاتی ہیں اور اسے اپنی ہی غفلتوں اور ہٹ دھرمیوں پر شرمندگی میں پورپور غرق ہونے پر مجبور کر دیتی ہیں۔ آج جب میں قرآن پڑھ رہی تھی تو ایک منظر نے دل پر عجیب لرزہ طاری کر دیا۔ آنکھوں کے سامنے حضرت موسیٰؑ اور فرعون کا واقعہ آ گیا...اور ساتھ ہی اپنے رب کی بے پایاں رحمتیں اور محبت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر بھی۔

سوچئے... فرعون کون تھا؟

وہی جو خدائی کا دعویدار تھا جو بنی اسرائیل کے بچوں کو قتل کرواتا تھا، جو زمین پر ظلم اور تکبر کی انتہا تھا۔ لیکن اس کے باوجود اللہ تعالی نے اسے فوراً ہلاک نہیں کیا۔

بلکہ بار بار اپنے نبی حضرت موسیٰؑ کو اس کے پاس بھیجا... بار بار سمجھایا... بار بار نشانیاں دکھائیں... دریا کا معجزہ، عصا کا معجزہ، مختلف آزمائشیں اور چھوٹے چھوٹے عذاب... کیوں؟

کیا اللہ اسے فوراً سزا نہیں دے سکتا تھا؟

بالکل دے سکتا تھا... مگر وہ رب اپنے بندوں سے اتنی محبت کرتا ہے کہ شاید... بس شاید... میرا یہ بندہ پلٹ آئے۔ شاید اس کا دل نرم ہو جائے۔ شاید وہ کہہ دے: "یا اللہ میں تیری طرف لوٹ آیا۔"

لیکن فرعون کی ہٹ دھرمی بڑھتی گئی... تکبر بڑھتا گیا...ح یہاں تک کہ انجام کا وقت آ پہنچا۔ جب وہ ڈوبنے لگا اور موت سامنے نظر آئی تو اس نے ایمان لانے کی بات کی۔ روایتوں میں آتا ہے کہ اس وقت حضرت جبرائیلؑ اس کے منہ میں مٹی ڈال رہے تھے کہ کہیں وہ کلمہ نہ پڑھ لے۔ کیونکہ انہیں بھی رحمت الہی کی وسعت سے خوف تھا اور یہ اندیشہ بھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ کی بے پایاں رحمت و محبت اسے اپنی آغوش میں لے لے حتی کہ اس سے پہلے حضرت موسی بھی فرعون کی انتہا کی بدبختی دیکھ کر دعا فرماتے تھے کہ اسے ایمان کی دولت نصیب نہ ہو۔ وہ بھی اپنے رب کی اپنے بندوں سے محبت سے واقف تھے

یہ سوچ کر دل کانپ جاتا ہے...

کیسا رب ہے ہمارا!

کیسی رحمت ہے اس کی!

کیسی محبت ہے اسکی اپنے بندوں سے

جو فرعون جیسے سرکش کو بھی آخری لمحے تک مہلت دیتا رہا... جو بار بار تنبیہ کرتا رہا... جو بار بار دروازہ کھلا رکھتا رہا۔

محاذ پر وہ،
محاذ کے پیچھے یہ

جب عمر فاروق ایمان و عقیدے کے محاذ پر جانے لگا تو رات کے پچھلے پہر اپنی بیوی آمنہ کے پاس آیا۔ گھر میں 6 ماہ کا بیٹا، بوڑھی ماں اور دو یتیم بھتیجیاں تھیں۔
عمر نے صرف اتنا کہا: "آمنہ، میرے بعد یہ گھر، یہ ماں، یہ بچے... اللہ کے بعد تیرے حوالے۔"
آمنہ مسکرائی، شوہر کے ہاتھ میں قرآن دیا اور بولی: "آپ فکر نہ کرو۔ جب تک سانس ہے، آپ کی امانت میں خیانت نہیں ہوگی۔ نہ گھر کی، نہ ایمان کی، نہ حوصلے کی۔"
عمر چلا گیا۔ پیچھے آزمائشوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔
پہلی آزمائش بھوک: 3 دن فاقہ ہوا۔ ہمسائی نے طعنہ دیا: "شوہر کو لڑنے بھیج دیا، اب ہمارے در پر آٹا مانگنے آئی ہو؟" آمنہ نے چادر سمیٹی اور کہا: "بہن، میں مانگنے نہیں، سلائی کا کام لینے آئی ہوں۔ عمر کے حصے کی روٹی میں محنت سے کماؤں گی، بھیک سے نہیں۔" اس دن کے بعد اس نے سارا سارا دن سلائی کی، رات کو بچوں کو قرآن پڑھایا۔
دوسری آزمائش-خوف: گاؤں میں افواہ پھیلی کہ عمر شہید ہو گیا۔ دفعتاً رشتے دار آ گئے: "بیوہ ہو، اب گھر بیچ دو، بچے ہمیں دے دو۔" آمنہ نے قرآن سینے سے لگایا اور جواب دیا: "میرا شوہر اللہ کے راستے میں گیا ہے۔ شہادت کی خبر جب تک اس کے ساتھی نہ دیں، میں اسے زندہ مانوں گی۔ اور یہ گھر؟ یہ تو عمر کی سلطنت ہے۔ اس کی غیر موجودگی میں میں اس کی ملکہ ہوں، بھکاری نہیں۔"
تیسری آزمائش-تنہائی: 2 سال کوئی خبر نہ آئی۔ بوڑھی ساس بیمار پڑ گئیں۔ رات کو بچہ روتا تو آمنہ جائے نماز پر بیٹھ جاتی: "یا اللہ، عمر کو میرا حوصلہ بھیج دے، اور مجھے عمر کا صبر دے دے۔ ہم دونوں ایک ہی جنگ لڑ رہے ہیں، وہ میدان میں اور میں اس کے گھر پر۔"

2 سال 7 ماہ بعد دروازہ بجا۔ عمر واپس آیا تھا، ایک ٹانگ سے معذور مگر آنکھوں میں روشنی لیے۔ دیکھا تو ماں تندرست، بیٹا حافظِ قرآن بن چکا تھا، بھتیجیاں اسکول جاتی تھیں، اور گھر کے صحن میں سلائی مشینوں کا چھوٹا سا کارخانہ تھا جہاں محلے کی 10 بیوائیں کام کرتی تھیں۔

عمر کی آنکھ بھر آئی۔ آمنہ آگے بڑھی اور بولی: آپ معرکہ میں امت پر باطل کے تیروں کا بھونچاڑ روکتے رہے، میں یہاں شیطان کے وار روکتی رہی۔ آپ نے دشمن کو ہرایا، میں نے مایوسی کو ہرایا۔ بتاؤ، کس کی جنگ بڑی تھی؟

اور ہم؟
ہم وہ ہیں جو دن رات گناہ کرتے ہیں... نمازیں چھوڑ دیتے ہیں... نعمتوں کو بھول جاتے ہیں... پھر بھی ہمارا رب ہمیں فوراً نہیں پکڑتا۔ وہ ہمیں مہلت دیتا ہے... سانس دیتا ہے... رزق دیتا ہے... صحت دیتا ہے... اور پھر بھی پکار کر کہتا ہے:
"اے میرے بندو! میری طرف لوٹ آؤ۔"
قرآن میں اللہ فرماتا ہے:
اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آو۔
سوچیے... وہ رب جو ہماری ایک توبہ پر اتنا خوش ہوتا ہے... جو کہتا ہے اگر میرا بندہ ایک قدم میری طرف آئے تو میں دو قدم اس کی طرف بڑھتا ہوں... اگر وہ چل کر آئے تو میں دوڑ کر اس کے پاس آتا ہوں۔
تو پھر اے اللہ کے بندو!
کس بات کا انتظار ہے؟
اس رب کی طرف لوٹنے میں دیر نہ کرو...
اس دروازے پر دستک دینے میں دیر نہ کرو...
اس رب کو راضی کرنے میں دیر نہ کرو...
کیونکہ وہ رب عطا ہی عطا ہے...
وہ معافی ہی معافی ہے...
وہ رحمت ہی رحمت ہے۔
آؤ اس کی طرف لپکیں...
اس سے پہلے کہ زندگی کی مہلت ختم ہو جائے...
اور توبہ کا دروازہ بند ہو جائے۔
آؤ اس رب کی طرف پلٹ آئیں...
جو ہمیں ہماری ماں سے بھی زیادہ چاہتا ہے...
اور جو آج بھی پکار رہا ہے:

"کیا ہے کوئی جو مجھ سے معافی مانگے تاکہ میں اسے معاف کر دوں؟"
کیا ہے کوئی جو مجھ سے مانگے میں اسے عطا کر دوں۔
از بنت حاجی بابا

عمر نمدیدہ آنکھوں سے مسکرا کر اسے دیکھتا ہے اور کہا: "جنگ میں نے نہیں، ہم نے جیتی ہے۔ تم نہ ہوتیں تو میں محاذ پر ڈٹ ہی نہ سکتا۔ مجاہد کا ہتھیار اللہ پر ایمان اور بندوق کے ساتھ ساتھ، پیچھے بیٹھی اس کی عورت کا یقین ہوتا ہے۔"

درحقیقت مرد کا جہاد تلوار سے ہے تو عورت کا جہاد صبر، عفت اور تدبیر سے۔ جب وہ لڑنے جائے، تو پیچھے رہنے والی "کمزور" نہیں ہوتی، وہ تو اس کی ڈھال ہوتی ہے۔ اور ڈھال پر ہی وار سہہ کر تلوار سلامت رہتی ہے۔

ایسی ہی عورتوں کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا تھا:

وجود زن سے ہے تصویر کائنات میں رنگ....._اسی کے ساز سے ہے زندگی کا سوز دروں_

میں نمدیدہ.....نمدیدہ، نمدیدہ (اخت زرار)

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۚ بَلْ اَحْيَاءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (154)

اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مرا ہوا نہ کہا کرو، بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم نہیں سمجھتے۔

اس آیت سے سمجھ تو آچکی ہو گی میری نمدیدگی کس بات سے متعلق ہونے جا رہی ہے۔ بچپن سے ایک لفظ پر میرا دل زور زور سے ڈھرکتا رہا۔ متعدد بار اس کے متعلق خواب بھی آتے رہے۔۔ ان لوگوں پر فخر بھی بہت ہوتا تھا جن کے نام کے ساتھ یہ لفظ منسوب ہو جاتا تھا اور وہ لفظ ہے "شہید"

قریباً نویں جماعت میں ایک کتاب زیر مطالعہ آئی

جس کا نام تھا "عرشِ الہی سے لٹکتی قندیلوں میں، سبز پرندوں کے دلوں میں "از ڈاکٹر گوہر مشتاق۔۔۔

یہ کتاب جب جب میں کھولتی اور پڑھتی تو میری آنکھوں کا ضبط ٹوٹ جاتا اور میں نمدیدہ ہو جاتی۔۔ نا صرف میں بلکہ جتنے لوگوں کو پڑھنے کو دی ان کا اظہار بھی کچھ ایسا ہی رہا۔۔

پھر اس سے بڑھ کر وقت حاضر میں غزہ کے لوگوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر کے مزید نمدیدہ کر دیا۔۔ آج جو میں بیان کرنے جا رہی ہوں وہ ایک شہید کی سچی کہانی ہے جو میں چند دن قبل اپنی عزیزہ سے سن کر آ رہی ہوں۔۔

اس کہانی کا مقصد شوق شہادت کی تڑپ کو نوجوانوں میں اجاگر کرنے کے ساتھ ساتھ ان جوانوں کے حوصلوں کو بلند کرنا ہے جو اپنے گھر بار چھوڑ کر پہاڑوں پر بسیرا کرنے سے ذرا بھی نہیں ہچکچائے

وہ احسن عزیز کی نظم کے اشعار ہیں

ابھی بیمار ماں کو بھی معالج کو دکھانا تھا... ضعیف اک باپ کا بھی ہاتھ پھر ہم کو ہی بٹانا تھا

سوائے دردامت کے ہمیں درپیش غم نا تھے

مزید اس کا مقصد ان ماؤں کا بھی حوصلہ بڑھانا ہے جو اپنے جگر گوشوں کو للہ کے راستے میں پیش کر چکی ہیں۔۔ سلام ہے ان بیویوں کو جو دنیا کی تنگیوں میں گزارا کرنا تو پسند کرتی ہیں لیکن پھر بھی ان شہادت کے راستے پر چلنے والوں کے شانہ بشانہ چلتی ہیں اور ان کے پیچھے ان کے گھر بار، بچوں اور عزت، کی محافظ بنتی ہیں۔۔

عزیزہ سے کچھ دردِ دل بیان کیا اس متعلق تو انھوں نے کہا اس سب کو سن کر مجھے ایک سچا خواب یاد آ گیا۔۔ میں نے بہت دلچسپی سے اس کو سننا چاہا۔۔ انھوں نے عرض کیا! ایک دن میں نے خواب دیکھا دو دروازے ہیں، ایک دروازے سے سفید چادر اور سفید لباس والی بڑی بڑی خواتین داخل ہو رہی ہیں لیکن میں (یعنی خالہ) دوسرے دروازے میں داخل ہوتی ہوں جہاں دو ایمانی ساتھیوں کو کھڑا پاتی ہوں۔ ایک کا نام ھاجرہ اور دوسری کا نام خدیجہ۔ وہ بڑھ کر ھاجرہ سے پہلے ملتی ہیں کیونکہ وہ عمر میں بڑی تھی لیکن جب خدیجہ کے گلے لگتی ہیں تو وہ بے انتہا رونے لگ جاتی ہیں، کافی دیر گلے سے چپکا کر رکھتی ہیں جب چھوڑتی ہیں تو اپنے پاس سے ایک سفید کپڑے کا ٹکڑا نکالتی ہیں جس پر خون کے دھبے موجود تھے۔۔ خدیجہ جب وہ کپڑا اِن ساتھی کے ناک کے قریب کرتی ہیں تو وہ کہتی ہیں میں حیران ہوتی ہوں یہ کیسی عجیب خوشبو ہے! جو اس دنیا کی خوشبوں سے بہت ہٹ کر ہے۔۔۔ اس کے بعد خالہ نے کہا میری آنکھ کھل جاتی ہے اور میں بہت ڈر جاتی ہوں اور دو نفل ادا کر کے سب کی خیریت کی دعا کرتی ہوں۔۔ مزید انھوں نے بتایا بیماری کے باعث وہ اپنے حلقہ درس میں نا جا سکی۔۔ ایک دو دن کے بعد جب حلقہ درس میں سے ایک ساتھی سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے کہا عائشہ (یہ وہی خواب دیکھنے والی خالہ ہیں) تمہیں کیا معلوم پڑا خدیجہ کا چھوٹا بیٹا اپنی مراد پا گیا اللہ نے اسے انعام یافتہ لوگوں میں شامل فرما لیا۔۔ وہ بارگاہ خداوندی میں مقبول ہو گیا۔

۔ حضور پاک نے باہوں میں لے لیا ہو گا، ١٦ سال کی عمر میں وہ ہم سب سے بازی لے گیا اور امت کے مرجھائے ہوئے وجود کو اپنے خون سے نکھار گیا۔۔ جس کے جسم کے ٹکڑے ٹکرے ہو چکے لیکن وہ ہمیشہ کے لیے زندہ ہو گیا۔۔۔
بقول شاعر،

شہید کی جو موت ہے...وہ قوم(اسلام) کی حیات ہے

اس تکرار کے بعد خواب دیکھنے والی خالہ عائشہ نے اپنی ساتھی سے بیان کیا یہ ایک خواب سے حقیقت کا سفر ہو گیا اور اپنا خواب بیان کیا دونوں کی آنکھیں تو نمدیدہ ہوئی لیکن اس دفعہ خوشی کے ساتھ۔۔اب جن خاتون نے شہادت کی خبر سنائی تھی وہ جب خالہ ھاجرہ سے ملی تو انھیں۔۔خالہ عائشہ کا خواب سنایا وہ بھی اس پر مسرت خواب کو سن کر بہت خوش ہوئی اور اب وہ وقت آیا جب یہ بشارت(جو بذریعہ خواب دی گئ) اصل حقدار کو پہنچنی خالہ ھاجرہ ڈورتی ڈورتی یہ خوشخبری لے کر خالہ خدیجہ تک پہنچی۔۔۔ضرور ان کا دل خوشی سے شاد ہوا ہو گا۔۔اور وہ ماں جس نے اپنے جگر گوشے کو گود سے نکال کر خدا کی راہ مین پیش کیا!۔۔۔کیا ہی خوشی کا مقام ہو گا جس کا بیٹا سب سے بڑے فرعون سے لڑتے ہوئے شہید ہو چلا اور ناصرف شہید بالکہ قبولیت کی بشارت بھی پا چکا اب خالہ خدیجہ مارے خوشی کے اپنی محسن خالہ ھاجرہ سے کہنے لگی آپ عائشہ کو میرا پیغام دیناوہ میری طرف آئے میں اس کی زبانی یہ خواب سننا پسند فرماؤں گی
ھاجرہ خالہ نے یہ پیغام آگے پہنچایا! اب عائشہ خالہ اور ھاجرہ خالہ دونوں مل کر خدیجہ خالہ کی طرف گئ۔۔۔ایک دوسرے کو مبارک آباد دی اور پھر انھوں نے نمدیدہ آنکھوں اور مشکور دل کے ساتھ وہ خواب ان (عائشہ خالہ) کی زبانی سنا۔۔اب اس اللہ کی پیاری بندی نے دنیا میں سب سے خوش نصیب ماؤں کی فہرست میں شامل ہونے پر ڈھیر سارا میٹھے کا انتظام کیا بیکری کی بہت سے چیزیں۔۔۔یہ دراصل اپنے رب کو دکھانا تھا اللہ ہم تجھ سے راضی ہیں اور تیرا شکر ادا کرتے ہیں اور تب تک شکر ادا کرتے رہیں گے جب تک کے تو راضی نہیں ہو جاتا۔۔۔

چند ہی دنوں بعد پھر ایک محفل تھی ایمان والوں کی۔۔ ھاجرہ خالہ کے گھر ہی۔۔خدیجہ خالہ اور عائشہ خالہ بیٹھے ہی تھے کہ خدیجہ خالہ کھڑی ہوئی، پردہ کیا اور کہا بس میں چند منٹ میں واپس آئی۔۔۔!اب جب وہ واپس آئی تو اپنے ساتھ ایک تھیلی نما چیز لائی جو تین چار کپڑوں میں لپٹی تھی، باری باری وہ اتارتی گئی اور اندر سے ایک سفید کپڑے کا ٹکرا جس پر خون کے دھبے تھے ان کے ناک کے قریب کیا اور کہا عائشہ دیکھو یہ وہی خوشبو ہے جو تم نے خواب میں سونگھی تھی۔۔عائشہ خالہ حیرت زدہ حالت میں بولی جی باجی یہی تھی۔۔۔!!!(یہ خون کے قطرے حقیقت میں للہ کو اس دنیا میں سب سے محبوب ہیں، یہ وہ قطرے ہیں جو جسم سے نکلیے ساتھ ہی جنت کی مٹی پر پڑتے ہیں جو ایسی خوشبو اٹھاتے ہیں کے للہ پردے ہٹا کر اس خوشبو کو دنیا میں پہنچاتا ہے اور ہم کمزور ایمان والوں کا شوق شہادت بڑھاتا ہے)

لیکن اس دفعہ عائشہ خالہ حقیقت کی خوشبو سونگھ رہی تھی جو ایک شہید کے خون کی خوشبو تھی اور بے ساختہ کہہ اٹھی یہ اس دنیا سے ہٹ کر خوشبو ہے یعنی یقیناً یہ جنت کی خوشبو تھی۔۔۔(معرکے کے دوران ڈرون حملے میں شہید ہونے کی وجہ سے جسم کے ٹکڑے ہو چکے تھے۔

یہ ان کے بھائی نے جو معرکے میں ساتھ موجود تھے اپنی ماں کو خط کیساتھ بھیجے تھے۔)۔۔۔
ربنا تقبل منا!
نوٹ:
(اس کہانی میں کرداروں کے نام تبدیل کر کے فرضی رکھے گئے ہیں)

دل میں شہادت کی تڑپ ہے
آرزو تجھ سے ملوں
اے میرے رب میری جستجو
مرکر جیوں جی کر مروں
پہنچوں میں جب تیرے سامنے
پردہ ہٹا کر تو کہے
کیونکر کٹایا اپنا تن
کہ ہر عضو سے خون بہے
تب میں کہوں اے میرے رب!
یہ جا*میں نمدیدہ۔۔۔۔۔نمدیدہ، نمدید ہن اور تن تیرے لیے
سب کچھ لٹا کر آ گیا
تیری رضا کے واسطے۔

نیل کے ساحل سے لے کر تابخاکِ کاشغر...



وزیر داخلہ اتامار بن غویر (Itamar Ben-Gvir) نے مسجد اقصی کے احاطے میں اچانک اور سخت ترین سیکیورٹی کے سائے میں داخلے کے دوران یہودی ربی کے ساتھ ویڈیو بناتے ہوئے اپنے بچپن کے دور کا موازنہ موجودہ صورتحال سے کیا۔ اور کہا:
"اس وقت وہ (مسلمان) 'اللہ اکبر' کے نعرے لگاتا اور ہمیں گھیر نا بند نہیں کرتے تھے، اور اگر کوئی یہودی صرف سرگوشی بھی کرتا تو اسے گرفتار کر لیا جاتا۔ آج آپ گھر کے مالک کی طرح محسوس کرتے ہیں... یہاں کے مالک کی طرح۔ اب مزید بہت کچھ کرنا اور بہتری لانا باقی ہے۔ میں وزیرِ اعظم (بنیامین نیتن یاہو) پر مسلسل زور دے رہا ہوں کہ وہ مزید اقدامات کریں..."

- حماس نے تصدیق کی ہے کہ اسرائیل نے جمعہ کے روز مئی 2026 کی رپورٹ کے مطابق، ایران کے ساتھ علاقائی کشیدگی میں کمی کے بعد اسرائیل نے اپنی پوری فوجی طاقت کا رخ دوبارہ غزہ کی طرف کر دیا ہے، جس کے باعث اپریل اور مئی میں حملوں میں ریکارڈ 35% اضافہ ہوا۔
- قیادت کو نشانہ بنانا: حال ہی میں (15 مئی 2026 کو) اسرائیلی فضائیہ نے قسام بریگیڈز کے سربراہ عزالدین الحداد کو ان کی اہلیہ اور بیٹی سمیت ایک رہائشی اپارٹمنٹ پر بمباری کر کے شہید کر دیا۔



مسجدِ اقصیٰ کو درپیش تین انتہائی خطرناک جمعے

رمضان اور عید (Passover کی رعایت سے کی جانے والی) 40 روزہ بندش کے بعد، مئی کے تین مسلسل جمعوں کو مسجدِ اقصیٰ پر دھاووں اور حملوں میں شدت لانے کے مواقع کے طور پر استعمال کرنے کی تیاریاں کی جا رہی ہیں۔
توقع ہے کہ اسرائیلی ہیکل (ٹیمپل) گروپس ہر جمعے سے پہلے آنے والے جمعرات کے دن "تلافی کے طور پر دھاوے" بولنے کے لیے دباؤ ڈالیں گے، اور خود جمعے کے دن بھی مسجدِ اقصیٰ میں داخل ہونے کے مطالبات کو دہرائیں گے۔



اہم تواریخ: مسجدِ اقصیٰ کو مئی 2026 میں درپیش تین خطرناک جمعے اور تواریخ:
رمضان اور عید کی 40 روزہ بندش کے بعد، اسرائیلی گروپس مئی کے تین مسلسل جمعرات اور جمعہ کو مسجدِ اقصیٰ پر حملوں کی تیاریاں کر رہے ہیں۔

- 1 مئی 2026 (دوسرا عیدِ فصح): مسجد کے اندر جانوروں کی قربانی دینے کی کوششوں کا خطرہ۔
- 15 مئی 2026 (یومِ یروشلم): بڑے پیمانے پر دھاوے، شام کو "پرچم مارچ" اور مسجد میں جھنڈے لہرانے کی اپیلیں۔
- 22 مئی 2026 (ہفتوں کا تہوار/Shavuot): پودوں اور گوشت کے نذرانے پیش کرنے کی کوششیں (جمعرات 21 مئی کو بھی شدید خطرہ ہے)۔

گزشتہ سال، پودوں اور جانوروں دونوں کی نذرانے پیش کرنے کی کوششیں کی گئی تھیں، جس میں بغیر خمیر والی گندم اور تازہ ذبح شدہ گوشت مسجدِ اقصیٰ کے اندر لانا شامل تھا۔
توقع ہے کہ جمعرات 21 مئی کا دن بھی "تلافی کے طور پر دھاوے کا دن" ہوگا۔
مجموعی طور پر، تین ہفتوں کے دوران چھ دن شدید خطرے کے حامل ہیں، جن میں ہر جمعرات اور جمعہ ایک ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔
"اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ کی مسجدوں میں اس کے نام کا ذکر کیے جانے سے روکے اور ان کی بربادی کی کوشش کرے..." (القرآن-2:114)



اترپردیش: طالبہ کے اغوا اور تشدد کی رپورٹ

ریاست اترپردیش کے ضلع قنوج میں ایک افسوسناک واقعہ 9 مئی ۲۰۲۶ کو پیش آیا ہے جہاں ایک 14 سالہ طالبہ کو اغوا کر کے تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔

واقعہ کا پس منظر: متاثرہ لڑکی ایک مقامی مدرسے کی طالبہ ہے جو ہاسٹل میں مقیم تھی۔ رپورٹ کے مطابق، 3 مئی کو جب وہ کسی کام سے باہر نکلی تو اسے دھوکے سے اغوا کر لیا گیا۔

متاثرہ کی بازیابی: طالبہ کو تین دن تک غیر قانونی حراست میں رکھا گیا۔ اس دوران وہ کسی طرح اپنی والدہ سے رابطہ کرنے میں کامیاب ہو گئی، جس کے بعد پولیس نے نشاندہی پر کارروائی کرتے ہوئے اسے ایک مقامی گھر سے بازیاب کرایا۔ متاثرہ کو طبّی امداد کے لیے ہسپتال منتقل کر دیا گیا ہے۔

ملزمان کی شناخت: پولیس نے اس معاملے میں دیپو نامی ایک نوجوان اور اس کے ساتھیوں کو نامزد کیا ہے۔ الزامات کے مطابق ملزمان نے لڑکی کو حبس بے جا میں رکھا اور اس کے ساتھ سنگین نوعیت کی زیادتی کی۔

پولیس کارروائی: پولیس نے متاثرہ کے والد کی مدعیت میں پوکسو (POCSO) ایکٹ اور دیگر سنگین دفعات کے تحت مقدمہ درج کر لیا ہے۔ ایک مرکزی ملزم کو گرفتار کر لیا گیا ہے جبکہ دیگر مفرور ملزمان کی تلاش جاری ہے۔

بہار میں معمولی تنازع پر مسلم ڈرائیور کا سر دھڑ سے الگ

یہ واقعہ 9 اپریل 2026ء کو بھارتی ریاست بہار کے ضلع ارریہ کے فوربس گنج شہر میں پیش آیا۔

ل معمولی پارکنگ تنازعے پر ہندو ٹھیلہ دار روی چوہان نے مسلم پک اپ ڈرائیور نبی حسین (عمر 42 برس) پر تیز دھار خنجر سے حملہ کر دیا۔ چوہان نے بھرے بازار میں، دن دیہاڑے انتہائی بے رحمی سے نبی حسین کا سر دھڑ سے الگ کر دیا۔

اسلاموفوبیا اور بڑھتی ہوئی مسلم مخالف نفرت: سوشل میڈیا اور انسانی حقوق کے حلقوں میں اس بہیمانہ واقعے کو بھارت میں بڑھتی ہوئی اسلاموفوبیا (مسلم مخالف نفرت) اور انتہا پسندی کے تسلسل کے طور پر دیکھا جا رہا ہے۔ مبصرین اور عوامی ردعمل کے مطابق، معمولی باتوں پر مسلمانوں کے خلاف اس حد تک پر تشدد ہو جانا ملک میں پھیلی گہری مذہبی منافرت اور مسلم مخالف ماحول کا عکاس ہے۔



جوابی کارروائی: نبی حسین کے قتل کے فوراً بعد مشتعل ہجوم اور مقتول کے لواحقین نے قاتل روی چوہان کو لاٹھیوں اور لوہے کی راڈوں سے ہلاک کر ڈالا۔

بھارت میں چلتی ٹرین سے پھینکے جانے کے بعد امام شہید

مقتول کی شناخت: بہار کے ضلع کشن گنج سے تعلق رکھنے والے 30 سالہ امام اور مدرسہ ٹیچر، مولانا توصیف رضا مظہری، ایک مذہبی تقریب میں شرکت کے بعد بریلی (اترپردیش) سے واپس لوٹ رہے تھے۔

واقعہ: 26 اپریل کو ان کی لاش بریلی کے قریب ریلوے ٹریک سے برآمد ہوئی۔ ریلوے حکام نے اسے محض ایک "حادثاتی گراوٹ" قرار دیا، جبکہ ان کے خاندان کا الزام ہے کہ انہیں تشدد کا نشانہ بنا کر ٹرین سے نیچے پھینکا گیا۔

اہلیہ کا بیان: مقتول کی اہلیہ تبسم خاتون نے بتایا کہ انہوں نے ویڈیو کال پر شوہر پر ہونے والا حملہ خود دیکھا۔ نشے میں دھت مردوں کے ایک گروپ نے ان کے شوہر کو پکڑ رکھا تھا، انہیں گالیاں دیں اور ان پر چوری کا جھوٹا الزام لگایا۔

آخری آڈیو ریکارڈنگ: انٹرنیٹ پر وائرل ہونے والی ایک 32 سیکنڈ کی آڈیو میں مولانا توصیف کو روتے ہوئے یہ کہتے سنا جا سکتا ہے: "تبسم، فوراً پولیس کو بلاؤ، یہ لوگ مجھے بہت بری طرح مار رہے ہیں"۔

مسافروں کی بے حسی: جب تبسم نے اپنے شوہر سے دوسرے مسافروں سے مدد مانگنے کو کہا، تو انہوں نے جواب دیا کہ ٹرین میں موجود کوئی بھی شخص ان کی مدد کے لیے آگے نہیں آیا۔



تازہ ترین صورتحال: مقتول کے چہرے، کھوپڑی اور پسلیوں پر شدید چوٹوں کی پوسٹ مارٹم رپورٹ اور آڈیو وائرل

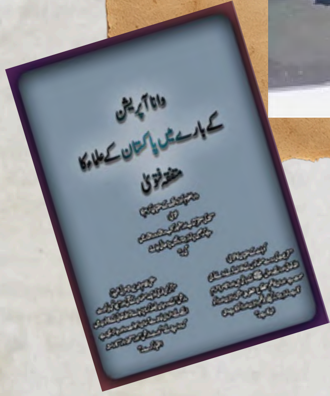
ٹی ٹی پی کے امیر مفتی نور ولی محسود نے شیخ ادریس کی شہادت پر آڈیو بیان

بیان میں انہوں نے اہل خانہ، شاگردوں اور متعلقین سے تعزیت کی اور پاکستانی خفیہ اداروں کو اس قتل کا ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے شیخ کے قاتلوں کیلئے سخت الفاظ اور بددعا کا اظہار کیا۔

مزید بیان میں انہوں نے اپنے دفاعی جہاد کو شرعی دلائل کے ذریعے واضح کیا اور اپنے مؤقف کی تائید میں 500 علماء کے مشترکہ وانا آپریشن فتویٰ پیش کیا۔



انہوں نے ملک بھر کے علماء کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اگر وہ اسلامی دلائل کی روشنی میں انہیں غلط ثابت کر دیں تو وہ اپنی کارروائیاں روکنے اور جنگ ختم کرنے کیلئے تیار ہیں۔ ورنہ دوسری صورت میں ہمارے اوپر اس جہاد کے حوالے سے تنقید سے اجتناب کیا جائے۔











مسجد رسول الرحمن مارکیٹ
مقام: شمالی وزیرستان، تحصیل شیوا تاریخ: 9 مئی 2026

"فوج نے مسجد کو بارودی مواد لگا کر شہید کر دیا"

مساجد جنگ کا میدان نہیں ہیں یہ جائے حرمت و اعجاز دیں ہیں

واقعہ: مئی 2026ء کے آغاز میں سکیورٹی فورسز نے شمالی وزیرستان کی تحصیل شیوا میں ایک بڑا سرچ آپریشن شروع کیا۔
تباہی: آپریشن کے دوران درونزدہ کے مقام پر واقع عالم خیل مارکیٹ (رسول الرحمٰن مارکیٹ) کو شدید نقصان پہنچا، اور مارکیٹ کے اندر موجود مسجد کو بارودی مواد لگا کر منہدم کر دیا گیا۔
ردعمل: مقامی آبادی کی طرف سے سکیورٹی فورسز کے اس اقدام پر شدید احتجاج اور مذمت کی گئی ہے۔

چین میں یغور مسلمانوں کی جبری نسل کشی

🚨🇨🇳 ایک نئی رپورٹ میں یہ انکشاف ہوا ہے کہ چینی حکومت صوبہ سنکیانگ میں رہنے والے اویغور مسلمانوں کی آبادی پر قابو پانے کے لیے اس برادری کی خواتین کی نس بندی کرا رہی ہے یا انھیں مانع حمل آلات کے استعمال پر مجبور کر رہی ہے۔

چینی امور کے ایک ماہر ایڈریان جنز کی رپورٹ میں یہ بات سامنے آئی ہے اور انھوں نے اقوام متحدہ سے معاملے کی تحقیقات کرنے کی اپیل کی ہے جبکہ چین نے اس رپورٹ کو 'بے بنیاد' قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا ہے۔

اویغور مسلمانوں کو قید میں رکھنے کے لیے چین پہلے سے ہی تنقید کی زد میں ہے۔

یہ خیال ظاہر کیا جاتا ہے کہ تقریباً دس لاکھ اویغور مسلمان اور دوسرے لوگوں کو، جن میں زیادہ تر مسلمان اقلیت شامل ہیں، حراست میں لیا گیا ہے۔ چینی حکومت اس کو 'ری ایجوکیشن کیمپ' کہتی ہے۔

اس سے قبل چین نے ایسے کسی بھی کیمپ کی موجودگی سے انکار کیا تھا۔ لیکن بعد میں یہ کہہ کر اس کا دفاع کیا کہ یہ انتہا پسندی کی روک تھام کے لیے ضروری اقدام تھا۔



میرے والدین۔۔۔

امت الودود

میری ٹھنڈی چھاؤں

رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا

(اپنے والدین کے نام جنھوں نے اپنی جوانیاں گھلا کر تربیت کو اپنی ترجیح بنایا اور امت کو بہترین سرمایہ دینے کی بھرپور کوشش کی۔) تقبل اللہ منھما

گھر میں سب سے چھوٹی ہونے کی بنا پر میں سب کی توجہ، تجربوں، سرزنش، پیار اور تحائف کا مرکز ہوتی۔ مزیدار بات جس کا مجھے سب سے زیادہ فائدہ ہوتا وہ یہ کہ امی ابو کا یہ اصول تھا کہ کوئی بڑا بہن بھائی بھی کسی چھوٹے پر ہاتھ نہیں اٹھائے گا اور بڑے کا احترام تو بدرجہ اولی ہے چاہے کوئی کتنا ہی تنگ کرے۔ اکثر جب مجھ سے بڑے بھائی مجھے خوب تنگ کر دیتے تھے تو میں دانت بھینچ کر چیختی "امی۔۔۔۔ یہ مجھے بہت تنگ کر رہے ہیں۔۔۔ میں کیا کروں مجھے کیوں اتنا تنگ کرتے ہیں" خیر پھر امی اور انکا معاملہ تھا ہماری حد یہاں ختم ہو جاتی۔۔۔

لیکن خیال بھی آج تک اس سے کہیں زیادہ رکھتے ہیں جتنا تنگ کرتے تھے۔۔۔ تنگ نہ کریں تو بھائی، بھائی کیسے کہلائیں گے۔

بہر حال تربیت اولاد بلا شبہ ایک بہت کٹھن مرحلہ ہے۔ ایک مرتبہ ماں باپ بن جانے کے بعد تاحیات فکریں دامن گیر رہتی ہیں۔

جب بڑے تینوں بہن بھائی دنیا میں تشریف لائے اسوقت امی ابو، دادی اور دو شادی شدہ بڑے بھائیوں کے ساتھ ایک چھوٹے سے گھر میں صبر و شکر سے زندگی گزار رہے تھے۔ الحمدللہ۔ لیکن اصل فکر جو امی کو پریشان رکھتی تھی وہ یہ کہ دونوں تایاؤں کے کمرے میں ٹی وی تھا اور امی مکمل طور پر بچوں کو اس فتنے سے بچانا چاہتی تھیں۔ ابو اس وقت ایسے نہیں تھے جیسا میں نے اپنے بچپن میں پایا۔ اس وقت ابو کا کہنا تھا کہ "اگر میں نے دیکھا کہ میرا بچہ کسی دوسرے کمرے میں ٹی-وی دیکھ رہا ہے تو میں اسی دن ٹی-وی لے آؤں گا"۔ ہم امی سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے کیسے بچایا ہمیں ٹی وی سے ساتھ رہتے ہوئے یہ تو بہت ناممکن بات محسوس ہوتی ہے، تو امی کا ہمیشہ بس ایک جواب ہوتا کہ "بس بیٹا اللہ کا احسان ہے میں تو دعائیں کرتی رہتی تھی۔" سبحان اللہ! والدین کی دعائیں بچوں کو کہاں سے کہاں پہنچا دیتی ہیں۔

رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ

ابو کی بہت اہم خوبی جو جوانی میں بہت کم پائی جاتی ہے، وہ نماز قضا نہیں کرتے تھے۔ بچوں کے بعد جماعت کی پابندی کی فکر زیادہ بڑھی تو سبحان اللہ! پھر انہیں بڑھاپے تک بیماری میں بھی ہم کہتے رہ جائیں کہ ابو گھر میں پڑھ لیں یا بارش ہے خدانخواستہ پاؤں نہ پھسل جائے لیکن ابو کسی کی نہ سنتے۔ سو جب بھائی تقریباً چار سال کے ہوئے تو ابو ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ مسجد لے کر جاتے تھے یوں جماعت کی اہمیت اور مسجد کی محبت دلوں میں گھر کر گئی۔ اللہ اکبر!

(رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا)

امی جان کے بارے میں ایک نیک خاتون سے جو امی سے بڑی اور بہت قریبی ساتھی تھیں اکثر بچوں کی تربیت پہ بات کرتیں تو امی کا ذکر کچھ یوں کرتیں کہ۔۔۔ "وہ خاتون جنھوں نے بغیر مارے بچوں کو پالا ہے" اور واقعی ہماری امی نے ہمیں نہیں مارا۔ منہ پہ مارنے کا تو قطعی کوئی سوال نہیں تھا۔ اب میرے خود ماشاءاللہ بچے ہیں اور اب میں جب بچوں کی حرکتوں سے پریشان ہو کر اکثر امی سے کہتی ہوں کہ آپ نے کیسے ہمیں پالا۔۔۔ میرا تو جی چاہتا ہے کہ کسی بات پہ ایک آدھ ہاتھ لگ ہی جائے تو امی کہتی ہیں کہ۔۔۔ "الحمدللہ تم لوگوں نے کبھی اتنا تنگ ہی نہیں کیا" یا اب بڑھاپے میں جب کبھی ہمارے بچوں کی لڑائیوں یا کسی بدتمیزی پہ پریشان ہوتی ہیں تو کہتی ہیں

"الحمدللہ ہمارے بچے ایسے نہیں تھے" ہم ہنستے ہیں اور کہتے ہیں امی "بچے" تو تھے کبھی تو پریشان کرتے ہوں گے۔۔۔

لیکن بہت سوچنے کے بعد میں اب اس نتیجے پہ پہنچی ہوں کہ یہ والدین کے اپنے اعمال ہوتے ہیں جو دنیا و آخرت میں دونوں میں سامنے آجاتے ہیں

"جو نیکی یا بدی تم نے کمائی اسے وہاں پاؤ گے"

امی نے ابتداء ہی سے ہمیں موسیقی سے ایسے بچایا جیسے آگ سے آج بھی کسی گانے کی آواز کان میں جاتی ہے تو بے ساختہ استغفار جاری ہو جاتا ہے۔

بچپن سے انبیاء، صحابہ کے واقعات، اقبال کی نظمیں اور ترانے لوریوں کا کام کرتے تھے۔

جب بڑے بھائی کی شہادت ہوئی تو تایا ابو نے بتایا کہ مجھے اس نے ایک نظم سنائی تھی جب چار پانچ سال کا تھا جس کا آخری بند یہ تھا:

معلوم ہے اماں روئیں گی
پھسلائیں گی، بہلائیں گی
مانیں گے نہیں تو آنکھوں سے
بس پھر موتی برسائیں گی
ہم راہ خدا میں بچے کی
قربانی ان کو سکھائیں گے
ہم نیکی کے جانباز سپاہی
نیکی کو پھیلائیں گے

یہ سنا کر کہنے لگے "لیکن میری امی ایسی نہیں ہیں"۔

اور واقعتاً بھائی جان کی شہادت پر والدین کا صبر اور خوشی ہمارے لیے قابل تقلید تھی۔ میں اس وقت تقریباً 11 سال کی تھی جب بھائی جان گھر سے جہاد کے لیے نکلے۔۔۔ امی کا آنکھ میں کوئی آنسو لائے بغیر خوشی خوشی ان کو رخصت کرنا۔۔۔ وقتِ رخصت ایک عجیب خوشی کا سماں تھا۔ بھائی جان کی میں بہت لاڈلی تھی۔ ایک تو سب سے چھوٹی تھی اور انہیں سب بچوں سے ویسے ہی بہت محبت تھی سارے خاندان کے بچوں کے ساتھ کھیلتے تھے۔ جاتے ہوئے مجھے کہا تھا کہ تم ضرور میری مقبول شہادت کی دعائیں کرنا



اس وقت ہمارے بھی جذبہ جہاد و شوق شہادت کی الگ ہی کیفیت تھی، یوم عرفہ میں خوب دعائیں کر ڈالیں۔۔۔ عید کے تیسرے دن بھائی جان کو اللہ نے قبول کر لیا۔ نہ جانے کس کی دعا قبول ہوئی اور وہ اپنا مقصد پا گئے۔۔۔ سب سے یہ کہتے جاتے تھے کہ دعائیں کریں میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں، بس کیریئر اچھا بن جائے۔۔۔ بعد میں لوگ حیرت زدہ رہ گئے کہ ہم نے تو واقعی دعا کی تھی اور وہ اپنا مقصد پا گیا۔۔۔ انکا کیریئر ہم سب سے اچھا بن گیا۔ اللہ ہمیں جنتوں میں پھر اکھٹا فرمائے آمین۔

ان کے جانے پر ہی امی نے سمجھا دیا تھا کہ دیکھو کوئی مجاہد واپسی کے لیے نہیں جاتا اور جہاد رکنے والا نہیں اس لیے مقصد سب کا شہادت ہے۔۔۔ اس لیے الحمد للہ شہادت کی خبر سن کے گھر میں کسی کو کوئی جھٹکا نہیں لگا۔۔۔ جن ساتھی نے خبر دی وہ پہلے ابو سے کچھ تمہیدی باتیں کرنے لگے دوسرے بھائی نے آ کے امی کو بتایا کہ مجھے لگ رہا ہے کوئی خبر ہے۔۔۔ امی نے کہا ان سے کہہ دو ہم ہر خبر سننے کیلئے تیار ہیں جو بات ہے بتا دیں۔۔۔ بھائی نے آ کے بتایا کہ مبارک ہو *اللہ نے قبول کر لیا* (نحسبہ کذلک واللہ حسیبہ ولا نزکی علی اللہ احدا)۔۔۔

امی نے کہا *انا للہ وانا الیہ راجعون* ایمان کی کا کیفیت میں امی نے یہ کلمات ادا کیے ہونگے اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اور پھر ایک عجیب خوشی کی کیفیت تھی اس وقت تو چھوٹی تھی آج ماں بننے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ تھیوری تو بہت آسان ہوتی ہے لیکن اصل وہ ہے جو پریکٹیکل میں بھی پورا اتر جائے۔

ایک ساتھی کو جب ابو نے بتایا جو مجھے بچپن سے جانتے تھے کہ چھوٹی بہن نے یوں دعا کی تھی تو انہوں نے کہا کہ بہن کو کہیں کہ اتنے خلوص سے صرف اپنے لئے شہادت مانگی جاتی ہے دوسروں کیلئے نہیں۔۔۔

میرے بڑے بہن بھائی مجھ سے بہت بڑے ہیں انکے وقت میں ہمارے گھر میں ایک رسالہ آیا کرتا تھا "مجاہد" کے نام سے جب مجھے تھوڑا شعور آیا اور پڑھنا سیکھا تو پتہ چلا اسٹور سے بڑے بھائیوں کے دور کے "مجاہد" ہی "مجاہد" نکلے جنہیں امی نے چھ چھ کا سیٹ بنا کر سیا ہوا تھا۔ سبحان اللہ۔۔۔ اس دور میں بچوں کے ایسے رسالے ناپید ہیں جنہیں پڑھ کے بچپن سے ہی امت کا درد، جہاد کا جذبہ اور شہادت کی تڑپ پیدا ہو۔۔۔ خصوصاً جیلوں میں ڈھائے جانے والے مظالم تک سے بچپن میں آشنا ہونا اور قیدیوں کیلئے دعائیں کرنا۔۔۔ حق کی پہچان اور حق والوں کی معیت کیلئے بے تابی۔۔۔ یہ جبھی پیدا ہوتی ہے جب مائیں اپنے کردار سے نسلوں میں اتاریں۔۔۔ اور اس راستے میں آنے والی آزمائشوں پہ صبر بھی ماؤں سے ہی نسلوں میں اترتا ہے۔۔۔

آجکل کے بچوں کو جب چھوٹی چھوٹی چوٹوں پر روتا چیختا دیکھتی ہوں تو امی سے میں نے پوچھا کہ مجھے یاد نہیں آتا کہ ہم کبھی آواز کے ساتھ کبھی روئے ہوں تو امی ہنسنے لگیں کہ :

"بیٹا تمہاری اماں اتنی ظالم تھیں کہ رونا آتا بھی تھا تم لوگوں کو تو میں کہتی ارے کیسے مجاہد/مجاہدہ ہو۔۔۔ اتنی سی چوٹ پہ روؤ گی/گے؟؟ بس تم لوگ چپ ہو جاتے تھے۔"

مجھے یاد ہے بچپن میں ایک مرتبہ میرے پاؤں میں اچھا خاصہ موٹا شیشے کا ٹکڑا گھسا اور پاؤں جھٹکنے پہ گرنے کی آواز آئی میں نے تکلیف سے اپنے پاؤں کے ایڑھی پکڑ لی کھڑے کھڑے، کچھ گیلا گیلا محسوس ہوا دیکھا تو خون انگلیوں میں سے ہوتا ہوا ٹپک رہا تھا ابھی آنسو باہر آنا ہی چاہتے تھے کہ امی دیکھ رہی تھیں فوراً بولیں "سروں پہ اڑتے ڈرونز کی سرزمین پہ جانا چاہتی ہو اتنی سی چوٹ پہ رو رہی ہو وہاں تو بموں کے پارچے لگتے ہیں" بس جی آنسو جہاں تھے وہیں تھم گئے۔ الحمد للہ۔

ایک مزیدار بات بتاتی چلوں ہماری اماں ہر خون والی چوٹ پہ پسی لال مرچیں باندھ دیتی تھیں اور کہتی اینٹی سیپٹک ہوتی ہیں وہ تو بڑے ہوتے ہوتے ہلدی اور پھٹکری کا استعمال بھی رائج ہو گیا لیکن ہماری چوٹوں پہ ہمیشہ مرچیں باندھی جاتی تھیں باورچی خانے کو امی پورا دواخانہ کہتی ہیں کہ ہر چیز کا علاج تو یہاں ہو جاتا ہے۔

ایک مرتبہ امی کے سر میں لوہے کی کھڑکی کا کونا گھس گیا کھال پھٹ گئی اور خون بہنے لگا دادی نے دیکھا تو بڑی پریشان ہوئیں گھر میں کوئی نہ تھا اور بچے چھوٹے تھے امی نے کہا آپ فکر نہ کریں بس مرچیں ڈال دیں اور کپڑا باندھ لیا، یوں پھٹے سر میں بھی ٹانکے نہ لگوائے۔

جب مائیں ایسی ہوں تو بچوں کو کچھ کہہ سکتی ہیں۔ آج کل کی مائیں ہی بات بات پہ ہائے ہوئی کرتی نظر آتی ہیں۔ بچوں کو ڈرپوک بنا دیا ہے یا ہتھیلی کا چھالا بنایا ہوا ہے۔ امتِ مسلمہ کے بچوں کو اپنا بچہ سمجھیں گے تو اپنے بچے کو خود بخود مضبوط بنانے کی کوشش کریں گے۔ بچے کو امت کے دیگر بچوں کا حال سنائیں جن کے والدین شہید ہو گئے، جو اکیلے رہ گئے، جو بمباریوں میں معذور ہو گئے۔ کچی بستیاں دکھائیں بلکہ ہو سکے تو کسی غریب (ماسی وغیرہ) کے گھر لے کر جائیں انہیں دکھائیں زندگیاں ایسے بھی گزرتی ہیں۔

باقی باتیں ان شاء اللہ اگلے شمارے میں دعاؤں کی درخواست کیساتھ!

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ۔ آمین یا رب العالمین

ایثار کی مہک

ام ابوبکر

عید الاضحیٰ میں صرف دو دن باقی تھے اور گھر میں گہما گہمی اپنے عروج پر تھی۔ صحن میں بندھے خوبصورت سفید بکرے کے گرد بچے شور مچا رہے تھے، لیکن کچن میں کام کرتی عفت کے ماتھے پر ہلکی سی فکر کی لکیریں تھیں۔ وہ فریج صاف کرتے ہوئے اپنی ساس، بیگم صاحبہ سے مخاطب ہوئی، "امی جان! اس بار مہنگائی اتنی ہے کہ قربانی کا انتظام کرنا بھی کتنا مشکل ہو گیا ہے۔ باہر گلی میں ہمسائی کہہ رہی تھیں کہ اتنے پیسے جانور پر خرچ کرنے سے بہتر ہے کہ کسی غریب کو نقد رقم دے دی جائے، نہ جانور سنبھالنے کی محنت، نہ گندگی کا ڈر۔"

بیگم صاحبہ، جو مصلے پر بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں، مسکرائیں اور عفت کو اپنے پاس بلایا۔ انہوں نے پیار سے عفت کا ہاتھ تھاما اور دھیمے لہجے میں کہا:

"عفت بیٹی! یہ بحث ہر سال چھڑتی ہے، لیکن لوگ اس عظیم عبادت کی روح کو بھول جاتے ہیں۔ قربانی صرف گوشت کھانے یا خون بہانے کا نام نہیں، یہ تو اس جذبے کی یادگار ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کی رضا کے لیے دکھایا تھا۔"

انہوں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا، "تم نے رقم دینے کی بات کی نا؟ دیکھو، اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا تو سارا سال چلتا ہے، لیکن ان تین دنوں میں اللہ کو 'خون کا نذرانہ' پیش کرنا ہی سب سے پسندیدہ عمل ہے۔ اس کے اپنے ہی روحانی اور دنیاوی فوائد ہیں۔"

عفت غور سے سننے لگی۔ بیگم صاحبہ نے بڑے خوبصورت انداز میں قربانی کے فوائد گنوانے شروع کیے: 1. روحانی تربیت اور تقویٰ: "بیٹی! قرآن کہتا ہے کہ اللہ کو نہ گوشت پہنچتا ہے نہ خون، بلکہ اسے تمہارا 'تقویٰ' پہنچتا ہے۔ جب ہم اپنی پسندیدہ چیز اللہ کے نام پر قربان کرتے ہیں، تو ہمارے اندر سے 'انا' اور 'محبتِ دنیا' ختم ہوتی ہے۔"

2. غریبوں کی خوشی: "کئی ایسے سفید پوش اور غریب گھرانے ہیں جو سارا سال گوشت خریدنے کی سکت نہیں رکھتے۔ وہ سال بھر اس عید کا انتظار کرتے ہیں۔ کیا نقد رقم دینے سے وہ خوشی مل سکتی ہے جو گوشت کے پیکٹ ان کے گھر پہنچانے سے ملتی ہے؟"

3. معاشی پہیہ: "یہ جو گلی گلی جانور بک رہے ہیں، یہ ان دیہاتیوں اور کسانوں کی سال بھر کی محنت ہوتی ہے۔ قربانی کی وجہ سے کروڑوں روپے شہروں سے دیہاتوں کی طرف منتقل ہوتے ہیں، جس سے غریب کسان کا گھر چلتا ہے۔ یہ اسلام کا بہترین معاشی نظام ہے۔"

4. بچوں کی تربیت: "دیکھو، تمہارے بچے اس بکرے کی خدمت کر رہے ہیں۔ ان کے دل میں جانور کے لیے محبت پیدا ہو رہی ہے، اور پھر اسے اللہ کی خاطر ذبح ہوتے دیکھ کر انہیں 'ایثار' اور 'قربانی' کا مفہوم سمجھ آتا ہے۔"

عفت کا دل اطمینان سے بھر گیا۔ اسے محسوس ہوا کہ وہ جسے صرف ایک "مشقت" سمجھ رہی تھی، وہ تو رحمتوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا سمندر ہے۔

عید کا دن آیا۔ قربانی کے بعد جب عفت نے اپنے ہاتھوں سے گوشت کے حصے بنائے اور محلے کی بیوہ آپا اور گھر کے ملازموں کو عزت کے ساتھ حصہ دیا، تو ان کے چہروں پر آنے والی مسکراہٹ نے عفت کے دل کو ایک عجیب سی ٹھنڈک بخش دی۔ شام کو جب پورا خاندان دستر خوان پر جمع ہوا، تو گوشت کی خوشبو سے زیادہ "محبت اور ایثار کی مہک" گھر میں پھیلی ہوئی تھی۔

عفت نے دل ہی دل میں اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے اسے اس عظیم سنت پر عمل کرنے کی توفیق دی، جس میں دین کی سربلندی بھی ہے اور دنیا کی بھلائی بھی۔

خواتین کے لیے پیغام

سنتِ ابراہیمی کا احیاء: قربانی اللہ کی رضا کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔

معاشرتی ہم آہنگی: گوشت کی تقسیم سے اپنوں اور بیگانوں میں محبت بڑھتی ہے۔

رزق میں برکت: اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا بلکہ بڑھتا ہے۔

خدمتِ خلق: قربانی کی کھالوں کے عطیات سے فلاحی ادارے یتیموں اور مسکینوں کی کفالت کرتے ہیں۔



🍲عیدا سپیشل پائے
(Beef/Mutton Paya)

اجزاء:

بکرے یا گائے کے پائے: 4عدد

پیاز: 2درمیانے (باریک کٹے ہوئے)

ادرک لہسن پیسٹ: 2 کھانے کے چمچ

دہی: 1کپ

ہلدی: 1چائے کا چمچ

لال مرچ: 1.5 چائے کے چمچ

دھنیا پاؤڈر: 2چائے کے چمچ

نمک: حسبِ ذائقہ

گرم مصالحہ: 1چائے کا چمچ

تیل یا گھی: ½کپ

ثابت مصالحہ:

دار چینی: 2ٹکڑے

بڑی الائچی: 2عدد

لونگ: 4–5عدد

کالی مرچ: 8–10عدد



بنانے کا طریقہ:

پائے اچھی طرح صاف کرکے ابالیں

ایک بڑے برتن یا پریشر ککر میں پانی ڈال کر 2–3 گھنٹے (یا ککر میں 45منٹ) پکائیں جب تک اچھی طرح گل نہ جائیں۔ بگھار تیار کریں

گھی یا تیل گرم کریں، اس میں پیاز ڈال کر سنہری براؤن کریں۔

مصالحہ شامل کریں

ادرک لہسن پیسٹ ڈال کر بھونیں، پھر تمام پاؤڈر مصالحے اور دہی شامل کر کے اچھی طرح پکائیں۔

پائے شامل کریں, اب ابلے ہوئے پائے اور ان کا یخنی شامل کریں،

ہلکی آنچ پر 1–2 گھنٹے دم دیں تاکہ گاڑھا اور مزیدار ہو جائے۔

آخری ٹچ: اوپر سے گرم مصالحہ ڈالیں اور تھوڑی دیر دم دیں۔

گارنش:

باریک کٹا ہرا دھنیا, ادرک کے لمبے قتلے, ہری مرچ, لیموں

🍽️پیش کرنے کا طریقہ:

گرم گرم نان یا تندوری روٹی کے ساتھ پیش کریں، عید کا مزہ دوبالا ہو جائے گا!

خولہ

Whole wheat Healthy Banana Bread

🥣اجزاء

3 پکے ہوئے کیلے

2انڈے

1/2 کپ گڑ (پسا ہوا یا پگھلا ہوا)

1/3 کپ مکھن (پگھلا ہوا)

1/4 کپ دودھ

1 چائے کا چمچ ونیلا ایسنس

1/21 کپ گندم کا آٹا

1 چائے کا چمچ بیکنگ سوڈا

1/2 چائے کا چمچ بیکنگ پاؤڈر

1 چائے کا چمچ دار چینی

ایک چٹکی نمک

اختیاری چیزیں:

اخروٹ، بادام، یا کشمش

چیا یا السی کے بیج



بنانے کا طریقہ

اوون کو 180°C پر پہلے سے گرم کریں اور لوف پین تیار کر لیں۔

گڑ کو اگر سخت ہو تو تھوڑے سے گرم دودھ میں حل کر لیں تاکہ نرم ہو جائے۔

کیلے اچھی طرح میش کریں۔

اس میں انڈے، پگھلا ہوا مکھن، گڑ، دودھ اور ونیلا شامل کر کے مکس کریں۔

الگ برتن میں آٹا، بیکنگ سوڈا، بیکنگ پاؤڈر اور نمک مکس کریں۔

خشک اجزاء کو گیلے مکسچر میں شامل کریں اور ہلکے ہاتھ سے مکس کریں۔

چاہیں تو خشک میوہ شامل کریں۔

مکسچر کو پین میں ڈال کر اوون میں رکھ دیں۔

45–55منٹ تک بیک کریں۔

ٹھنڈا ہونے کے بعد کاٹ کر پیش کریں۔

خولہ



أزهار الجنة

بچوں کے صفحات



سلسلہ " اسماء الحسنی

امتِ مسلمہ کے پیارے پیارے بچو، السلام علیکم ! امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے بلکہ مجھے تو یقین ہے کہ آپ سب بہت بھلائیوں اور برکتوں میں ہوں گے ، کیونکہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کی تعلیمات بتاتی ہیں کہ مؤمن کی زندگی بھی اسکے لیے باعث خیر اور بھلائی ہے اور موت بھی۔ اللہ آپکو بہترین حالت میں رکھے۔ آج میں آپکے ساتھ کچھ دیر بیٹھنے اور باتیں کرنے آئی ہوں۔ حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ آپکے پاس وقت کم ہوتا ہے۔ بھئی کھیلنا بھی تو ہوتا ہے اور پھر دوستوں اور سہیلیوں سے ملنا بھی تو ہوتا ہے لیکن بھئی کبھی کبھی خالہ کے ساتھ بھی بیٹھا جاتا ہے کیونکہ خالہ نے آپکو کسی سے ملوانے جانا ہے۔ایک بہت بڑی ہستی سے جو بہت بلند ہے۔ عالی مرتبہ ہے۔ کیا آپ کو پتہ ہے وہ کون ہے ؟!! "اللہ"... ارے ارے، آپ کہاں بھاگے چلے !... بھئی مجھے پتا ہے آپ نام سن کر کہیں گے کہ لو جی ان سے تو ہم روز ملنے جاتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہیں یہ کون ہیں۔ کیونکہ ہم نماز پڑھتے ہیں، سپارہ پڑھتے ہیں ... ہم مسلم جو ہیں۔ لیکن پیارے ساتھیو! کیا آپ جانتے ہیں مسلم ہونے کا مطلب کیا ہے ؟!! مسلم ہونے کا مطلب ہے کسی کی مکمل اطاعت اور سپردگی میں چلے جانا۔ یعنی ہر وقت اس کو سوچنا۔ اسی کو راضی کرنے کی فکر کرنا۔ اسی کے لیے تمام کام کرنا۔ اسی کی خاطر محبت اور نفرت کرنا... اُف اب آپ کہیں گے کتنی ساری باتیں کہہ دیں خالہ نے۔ لیکن اب آپ بتائیں کیا آپ ایسے ہی کرتے ہیں...؟! یقیناً آپ کہیں گے کہ ابھی تو اتنا زیادہ ذہین میں نہیں رہتا کے ہر ہر لمحہ ایسے گزرے کہ بس ہم اللہ ہی کے مسلم ہوں.... تو بھئی صاف کی بات سے ہے، یہ کام ایسے ہو بھی نہیں سکتا جب تک کہ اس اللہ کا تعارف اچھا سانہ ہو کیونکہ کوئی بھی ایک دم یا کسی کے کہنے پر کسی سے ایسی بے پناہ محبت تو کر نہیں سکتا کہ ہر وقت اور ہر لمحہ اسی کو سوچے تو بھئی اسی لئے تو میں آج آپکو ملوانے جارہی ہوں اس سے کیونکہ ملے بغیر تو تعارف اور تعلق ہو نہیں سکتا۔ تو پھر آئیں ملنے چلتے ہیں، اپنے سب سے پیارے اور سب سے قریبی سے جس کا سب سے پہلا تعارف تو یہ ہے کہ اسکے 99 نام ہیں جو ہمیں معلوم ہیں اور ان میں سب سے پہلا نام جسکے ذریعے آج ہم اسکا تعارف حاصل کریں گے۔ وہ ہے "الرحمن "الرحمن کا مطلب ہے نہایت رحم کرنے والا۔ لفظ رحمان عربی میں فعلان کے وزن پر ہے جسکا مطلب ہے "انتہائی جوشیلی محبت"، "طوفانی محبت"... کس سے ؟! آپ سے... سچ میں... بتاؤں کیسی ہے یہ محبت اسکی آپکے لئے ہے ؟! تو سنیے۔

آج سے تقریباً تین ہزار سال پہلے کی بات ہے مصر میں ایک بہت ہی متکبر بادشاہ ہوا کرتا تھا۔ جسکو لوگ فرعون کہتے تھے۔ یہ اسکا خاندانی لقب تھا۔ مصری اپنے بادشاہوں کو فرعون کہا کرتے تھے۔ اسکا اپنا نام رسمیہیں تھا۔ وہ ایک انتہائی سخت بادشاہ تھا۔ اس وقت مصر میں دو طرح کی قومیں آباد تھیں۔ ایک قبطی جو فرعون کے خاندان کے یا مصر کے رہنے والے تھے۔ اور ایک حضرت یعقوب علیہ السلام کے خاندان کے لوگ جو کہ بنی اسرائیل کہلاتے تھے اور مہاجر تھے فرعون کافر ہونے کی وجہ سے ان سے بہت نفرت کرتا تھا۔ اور چاھتا تھا کہ انہیں دبا کر رکھے تاکہ وہ کبھی یعقوب علیہ السلام اور یوسف علیہ السلام کی تعلیمات لوگوں پر نہ لاگو کر سکیں۔ اس کام کے لیے اسکے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ اُسنے سوچا کہ ان کی تعداد کو مجھے اپنے کنٹرول میں رکھنا پڑے گا سو اس نے حکم صادر کر دیا کہ بنی اسرائیل (یعقوب علیہ السلام کے خاندان میں جو بھی لڑکے پیدا ہوں گے، ان میں ایک سال ان کو زندہ رہنے دیا جائے گا اور اس سے اگلے سال جو پیدا ہوں گے انہیں مار ڈالا جائے گا۔ کتنا ظالم تھا نا وہ بادشاہ !! اس نے سمجھا کہ وہ ان لوگوں کا خدا ہے ان کے ساتھ جو جی چاہے کر سکتا ہے۔ اب جس وقت اس نے ملک میں اس قانون کا اعلان کیا بنی اسرائیل کے ہر دوسرے سال بیٹے ذبح ہونے لگے۔ انہی خاندانوں میں ایک خاندان موسیٰ علیہ السلام کا تھا۔ ایک ننھا سا پیارا سا بچہ جسکی والدہ انتہائی پریشان تھیں کے اب کیا کریں۔ پچھلے سال جو بیٹا ان کے گھر اللہ نے بھیجا تھا، وہ سال تو ذبح کا سال نہ تھا تو ان کا بیٹا ھارون "بچ گیا لیکن اب کیا کریں اس سال تو جو بیٹا بھی بنی اسرائیل میں پیدا ہوا وہ قتل کیا جائے گا اور اس سال ان کے ہاں موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی۔ والدہ نے ننھے سے موسیٰ کو بہت چھپا کر رکھا تاکہ کسی کو معلوم نہ ہو۔ حالانکہ یہ موقع تو خوشیوں کا ہوتا ہے، لیکن اس گھرانے کے لیے نہ تھا۔ کیونکہ اگر بات ذرا بھی پھیل جاتی تو خوشی ساری غم میں بدل جاتی اور ھارون کا چھوٹا بھائی قتل کر دیا جاتا۔ موسیٰ کی والدہ پریشان ہیں۔ جب بیٹے کو دیکھتی ہیں تو دل دھڑکتا ہے۔ نہیں نہیں !! میں اپنے بیٹے کو یوں ظلم سے قتل ہونے نہیں دوں گی۔ والدہ اپنے بیٹے کی شدید محبت میں گرفتار ہیں۔ آخر کیا کریں۔ لیکن اچانک ایک خیال آتا ہے اور پریشانی ہلکی ہونے لگتی ہے۔ والدہ کے جیسے کسی نے دل میں سر گوشی کی۔ "تم تو ایک ماں ہو کوئی ہے جو اسکو 70 ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہے۔ وہ موسیٰ سے نہایت محبت کرتا ہے۔ وہ اسکو ضائع نہیں ہونے دے گا"۔ اب موسیٰ کی والدہ مطمئن تھیں۔ آخر کو ہم اس دنیا میں بے یار و مددگار تو ہیں نہیں۔۔ ہمارا بنانے والا تو الرحمن ہے۔ اسکا رحم اور اسکی محبت موسیٰ کے لیئے میری محبت سے بھی زیادہ ہے تو میں کیوں ڈروں۔ ایسا کرتی ہوں اس کو ایک ڈبے میں رکھ کر دریا میں ڈال دیتی ہوں۔ اور بڑی بیٹی کو کہتی ہوں ڈبے کو نظر میں رکھے۔ میرا دل کہتا ہے اس بچے کو وہ نہایت رحم کرنے والا بچائے گا۔ ابھی بادشاہ کے کارندوں نے دیکھ لیا تو گڑ بڑ ہو جائے گی۔ یہ سوچ آتے ساتھ ہی والدہ نے موسی کو ایک ڈبے میں رکھ کر احتیاط سے پانی میں ڈالا اور بہن کو نگرانی پر لگا دیا۔ گھر سے سب چیزیں غائب کر دیں تاکہ کوئی آئے تو محسوس نہ کرے کہ کچھ ہوا ہے۔ ابھی وہ لوٹی ہی تھیں کہ یہاں ایک عجیب معاملہ ہوا۔ ڈبہ موسیٰ کو لے کر ایک خاص رخ پر چل پڑا۔ بہن بھی درختوں کی اوٹ میں چھپ چھپ کر دیکھتی رہی۔ کہیں میرا بھائی ڈوب نہ جائے۔ کہیں کوئی دیکھ نہ لے۔ اور ڈبہ پکڑا نہ جائے۔ نہ جانے کتنی ہی دعائیں بہن نے موسی کے لیئے کی ہوں گی کہ اچانک کچھ عجیب ہو گیا۔ ننھے موسیٰ کو لئے ڈبہ عین اس رخ پر پہنچ گیا جہاں فرعون کے محل کا ایک دروازہ آتا تھا۔ وہاں کچھ محل کی کنیزیں تھیں۔ جو دور سے آتے اس ڈبے کو دیکھ رہی تھیں اور یہ نہ جانتی تھیں کہ کوئی اور بھی انتہائی پریشانی میں دھڑکتے دل کے ساتھ یہ منظر دیکھ رہا ہے۔ اور وہ تھیں موسیٰ کی بہن ..... اللہ جی یہ کیا ہوا۔ یہ تو جس سے بچانا تھا وہیں جا پہنچا۔ فرعون کا محل۔۔۔ یہ تو اب موسیٰ کو مار ڈالیں گے۔۔۔ لیکن موسیٰ کے رحمن

ب نے موسیٰ کے لیئے وہ سوچا ہوا تھا جو ایک ماں نہیں سوچ سکتی تھی۔ کنیزوں نے وہ ڈبہ اٹھالیا اور جب کھولا تو حیران رہ گئیں۔ یہ کیا یہ تو ایک ننھا خوبصورت سا بچہ ہے۔ اب وہ آپس میں سوچنے لگیں کہ کیا کریں۔ ایک بولی اسکو ملکہ آسیہ کے پاس لے چلتے ہیں پھر جو وہ حکم دیں۔ ہاں یہ ٹھیک ہے۔ وہ سب اس بات پر متفق ہو گئیں اور موسیٰ عین وہیں جا پہنچے جہاں سے انہیں قتل کا حکم ہوا تھا۔ لیکن یہ کیا! جب موسیٰ کو ملکہ آسیہ کے پاس لے جایا گیا تو انہوں نے دیکھتے ساتھ ہی ایک عجیب حکم دیا... اسکو کوئی تکلیف نہ دے۔ میں اسکو اپنا بیٹا بناوں گی۔ اب وہ موسیٰ کو فرعون کے پاس لے کر گئیں اور اپنی خواہش ظاہر کی۔ پہلے پہل تو وہ نہ مانا مگر جب محبوب ملکہ نے ضد کی تو وہ مان گیا۔ اور یوں نہایت مہربان رب نے اپنی محبت کا کچھ حصہ ملکہ کے دل میں بھر دیا تا کہ وہ اسکے بندے کی خدمت کرے اور پالے۔ مگر باہر کھڑی بہن کا دل تو اندر کے حالات نہ جانتا تھا۔ پریشانی سے برا حال.... اماں کو کیا بتاوں جائے۔۔۔ میرا پیارا بھائی اماں کا غم سے برا حال ہو جائے گا۔۔۔ ابھی یہ خیال بہن کے دل میں جاری ہی تھے کہ محل میں عورتوں کی بھاگ دوڑ دیکھی۔ ہمت کر کے آگی بڑھی اور پوچھا کیا ہوا..... ارے بھئی ایک نو مولود ملکہ کے پاس آیا ہے مگر وہ رو بہت رہا ہے۔ کسی سے چپ ہی نہیں ہوتا نہ دودھ پیتا ہے۔ اب ہم کوئی عورت ڈھونڈ رہے ہیں جو اچھی دائی ہو۔ یہ بات سننا تھی کہ بہن کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔ میں جانتی ہوں ایک عورت کو وہ بہت اچھے سے اس کام کو کر سکتی ہے.... تو جاوا اسے بلا کر لاؤ.... اب موسی کی بہن دوڑتے ہوئے اماں کو خبر دینے گئیں..... یہ خبر نہ تھی بلکہ معجزہ تھا جس نے موسیٰ کی ماں کا ایمان الرحمن پر بڑھا دیا۔ اے اللہ تو اتنی محبت کرتا ہے!! یہ تو بہت زیادہ ہے۔ میں تیرا کیسے شکر ادا کروں۔۔۔۔ دوڑی دوڑی محل پہنچتی ہیں۔ روتے دھوتے موسیٰ کو جو نہی گود میں لیتی ہیں موسیٰ خاموش ہو جاتے ہیں اور اماں موسیٰ کو پیار کر کے اپنے ساتھ چپٹا لیتی ہیں۔ اے میرے اللہ تو نے میری محبت مجھے لوٹا دی۔ آنکھیں بھیگ گئیں اور موسیٰ اماں کی گود میں ہی سکون سے سو گئے۔۔ اُف شکر! ملکہ آسیہ جن کے دل میں الرحمان نے اپنی محبت ڈالی تھی یہ منظر دیکھ کر مطمئن ہو گئیں کہ میرے بیٹے کو ایک دائیہ مل گئیں جو اسکی محل میں میرے ساتھ دیکھ بھال کر لیں گی۔ اور یوں موسیٰ جن کے قتل کا حکم تھا۔ انکو الرحمن نے چھوٹے سے گھر سے اٹھا کر محل میں پہنچا دیا۔ قتل سے بھی بچا لیا۔ ایک کے بجائے دو مائیں بھی دے دیں۔ یوں الرحمن نے اپنی صفت رحمت کو دنیا والوں کو دکھایا۔ کہ کیسے وہ اپنی مخلوق پر مہربان ہے۔۔۔ انکو پیدا کر کے بھولتا نہیں چھوڑ نہیں دیتا۔ ہماری زندگیوں میں بھی پریشانیاں گھبراہٹیں آتی ہیں لیکن اسکی محبت جوش کھاتی ہے اور اپنے بندے کو بچاتی جاتی ہے۔



اب اس ملاقات کے بعد ذرا آپ غور تو کریں۔۔۔
آپ نے اللہ کی رحمت کو کب کب دیکھا؟
کب کب ایسا ہوا کہ آپ پریشان ہوئے اور آپکی پریشانی کسی کو معلوم نہ ہو سکتی تھی اور اللہ "الرحمن" نے آپکو بچا لیا۔ آپ کی غلطیوں کو چھپا لیا۔ آپکی کمزوریوں پر کسی کو مطلع نہیں کیا۔۔۔!!! تو پھر اب ہونا یہ چاہیے کہ ہم بھی اسکی اس محبت کا جواب محبت سے دیں جیسے موسیٰ علیہ السلام نے دیا۔ الرحمن سے خوب محبت کی اور اسکی خاطر کسی سے بھی نہ ڈرے۔ نہ فرعون سے نہ کسی اور سے... اور اللہ کے خلاف کسی کی مدد نہ کی۔
اب آپ نے پورا مہینہ اس پر غور کرنا ہے تا کہ اگلے ماہ ایک نئی صفت کے تعارف کے ساتھ ہم اللہ کے ساتھ تعلق میں اور آگے بڑھیں۔



مریم

میرا "سپر ہیرو" والا صدقہ اور پڑوسی کی بکری

السلام علیکم!

میرا نام عمر ہے اور میں ابھی چھوٹا ہوں، پر میرے ارادے بہت بڑے بڑے ہیں۔ کل اسکول میں ہمیں میڈم نے بتایا کہ "صدقہ جاریہ" وہ کام ہے جس کا ثواب آپ کے مرنے کے بعد بھی ملتا رہتا ہے، جیسے کوئی پودا لگانا یا کسی کو پانی پلانا۔

بس پھر کیا تھا! میرے اندر کا "نیک بچہ" جاگ گیا۔ میں نے سوچا کہ میں بھی کوئی ایسا کام کروں گا کہ فرشتے بھی میری ڈائری میں ڈھیر ساری نیکیاں لکھ دیں۔

میں نے ابا کے کمرے سے چپکے سے ایک چھوٹی سی بالٹی لی اور اسے ٹھنڈے پانی سے بھر لیا۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ میں باہر گلی کے موڑ پر کھڑا ہو جاؤں گا اور ہر گزرنے والے کو پانی پلاؤں گا۔ پتا ہے کیوں؟ کیونکہ باہر بہت گرمی تھی اور مجھے لگا لوگ مجھے "پانی والا بابا" سمجھ کر دعائیں دیں گے۔

میں نے گلی میں ایک پرانا اسٹول رکھا اور اس پر بالٹی رکھ کر بیٹھ گیا۔ پہلے تو دس منٹ تک کوئی نہیں آیا۔ پھر ہمارے محلے کے سب سے غصے والے انکل، "خان صاحب" وہاں سے گزرے۔ میں نے جلدی سے گلاس بھرا اور بڑے پیار سے کہا، "انکل! صدقہ جاریہ کا ٹھنڈا پانی پی لیں!"

خان صاحب نے مجھے گھور کر دیکھا اور بولے، ''بیٹا! اس بالٹی میں تو تم نے وہی مگ ڈالا ہوا ہے جس سے میں صبح تمہارے ابا کو پودوں کو پانی ڈالتے دیکھ رہا تھا۔'' میری تو جیسے سٹی پٹی ہی گم ہو گئی! میں نے شرمندگی سے کہا، ''انکل، وہ... وہ تو میں نے دھو لیا تھا (سچ تو یہ ہے کہ میں نے صرف ایک بار کھنگالا تھا)۔'' خان صاحب بڑبڑاتے ہوئے آگے نکل گئے اور میری پہلی نیکی ''پینڈنگ'' میں چلی گئی۔



پھر میں نے سوچا، چلو پودا لگاتے ہیں۔ میں نے امی کے کچن سے دھنیے کے کچھ بیج اٹھائے (مجھے لگا یہ بھی درخت بن جائیں گے) اور گھر کے باہر والی کچی جگہ پر گاڑ دیے۔ میں ابھی انہیں پانی دے کر فارغ ہی ہوا تھا کہ پڑوسیوں کی ''چنوں'' بکری وہاں پہنچ گئی۔ میں نے سوچا، واہ! ایک اور نیکی کا موقع! میں نے اسے بڑے پیار سے بلایا اور اپنا وہ ''صدقہ والا پانی'' اس کے آگے رکھ دیا۔ چنوں بکری نے پہلے پانی پیا، پھر شاید اسے میرا ''پودا'' زیادہ پسند آ گیا۔ اس نے ایک ہی منٹ میں میرے سارے بیج اور وہ تھوڑی سی مٹی جو میں نے سیٹ کی تھی، سب کھا پی کر برابر کر دی۔

میں رونے والا ہو گیا کہ میرا ''جاریہ'' والا کام تو شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو گیا۔ اتنے میں ابو باہر آ گئے۔ میں نے روتے ہوئے انہیں سب بتایا۔ ابو نے مجھے گود میں اٹھایا اور ہنس کر بولے، ''عمر میاں! اس بکری کو پانی پلانا اور اسے وہ بیج کھلانا بھی تو صدقہ ہی ہے۔ اللہ میاں کو یہ نہیں دیکھنا کہ آپ نے کتنا بڑا کام کیا، وہ تو یہ دیکھتے ہیں کہ آپ کا دل کتنا بڑا ہے!''

بس پھر میں خوش ہو گیا۔ اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں ''پانی والا بابا'' نہیں بنوں گا، بلکہ اپنی جیب خرچ سے تھوڑا تھوڑا بچا کر کسی غریب بچے کو قلم دوں گا، کیونکہ اس میں ''چنوں بکری'' کا کوئی خطرہ نہیں ہے! اللہ حافظ!

میرا ایک "بہت نیک" اور تھوڑا سا الٹا دن

خدیجہ

السلام علیکم!

میرا نام عمر ہے اور میں دوسری جماعت میں پڑھتا ہوں۔ آج میں آپ کو اپنے دن کی کہانی سناؤں گا جو شروع تو بہت اچھی ہوئی تھی مگر پھر تھوڑی ''ٹیڑھی'' ہو گئی۔

صبح جب امی نے فجر کے لیے اٹھایا تو میری ایک آنکھ کھلی تھی اور دوسری سو رہی تھی۔ میں نے وضو کرتے ہوئے غلطی سے بازو کی جگہ پاؤں پر پانی ڈال دیا، جس سے میری جراب گیلی ہو گئی۔ پتا ہے کیا ہوا؟ جب میں نماز پڑھنے کھڑا ہوا تو مسجد میں میرے ایک پاؤں سے ''چیچ چیچ'' کی آواز آ رہی تھی جیسے کوئی چوزہ بول رہا ہو۔ برابر میں کھڑے انکل مڑ مڑ کر دیکھ رہے تھے کہ شاید میں نے جیب میں مرغی چھپا رکھی ہے!

ناشتے پر میں نے سوچا کہ آج میں بہت ساری نیکیاں کماؤں گا۔ ہماری استانی جی کہتی ہیں کہ ''صدقہ کرنے سے مال بڑھتا ہے''۔ بس پھر کیا تھا! میں نے دیکھا کہ میرا بڑا بھائی، علی، بہت شوق سے اپنا چاکلیٹ والا پراٹھا کھانے لگا ہے۔ جیسے ہی وہ پانی پینے کچن میں گیا، میں نے جلدی سے اس کے پراٹھے کا ایک بڑا ٹکڑا توڑا اور باہر صحن میں بیٹھی 'مانو بلی' کو دے دیا۔

مانو نے تو بڑے مزے سے پراٹھا کھایا اور مجھے ''میاؤں'' کہا (میرا خیال ہے وہ عربی میں جزاک اللہ کہہ رہی تھی)۔ لیکن جب علی بھائی واپس آئے اور اپنا آدھا پراٹھا غائب دیکھا تو وہ غصے سے لال پیلے ہو گئے۔ میں نے بڑے پیار سے کہا، ''بھائی! پریشان نہ ہوں، یہ تو صدقہ تھا، اب اللہ میاں آپ کو جنت میں پورا چاکلیٹ کا پہاڑ دیں گے۔'' علی بھائی نے غصے سے کہا، ''جنت کا پہاڑ تو ملے گا، پر ابھی مجھے بھوک لگی ہے اور میرا پراٹھا تمہارے پیٹ میں... اوہ نہیں، بلی کے پیٹ میں ہے!'' امی نے ہنستے ہوئے مجھے سمجھایا کہ بیٹا صدقہ اپنے حصے سے کرتے ہیں، دوسروں کے پراٹھے سے نہیں۔



اسکول جاتے ہوئے میں نے ایک اور نیکی کرنے کی کوشش کی۔ میں نے دیکھا کہ ایک چیونٹی سڑک پار کر رہی تھی۔ مجھے ڈر لگا کہ کوئی اسے کچل نہ دے، اس لیے میں نے اسے اٹھا کر ایک پتے پر رکھا اور دور گھاس میں چھوڑ دیا۔ اس چکر میں میری اسکول بس نکل گئی! پاپا نے جب مجھے موٹر سائیکل پر اسکول چھوڑا تو میں نے انہیں بتایا کہ ''پاپا! میں نے ایک چیونٹی کی جان بچائی ہے''۔ پاپا مسکرائے اور بولے، ''ماشاءاللہ! لیکن اگلی بار چیونٹی کو بس آنے سے پہلے بچا لینا''۔

آج میں نے یہ سیکھا کہ نیکی کرنا بہت اچھی بات ہے، لیکن دوسروں کا پراٹھا چھین کر اور اپنی بس نکلوا کر نیکی کرنے میں تھوڑی سی گڑبڑ ہو جاتی ہے۔

اللہ حافظ!

میرا شیرو

آج صبح عید الاضحیٰ کا دن تھا اور علی میاں ابا جان کے ساتھ عید کی نماز پڑھنے جا رہے تھے۔ مگر اس کا دل دھک دھک ہو رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بڑے بڑے آنسو تیر رہے تھے۔ وجہ تھا اس کا جگری دوست ——شیرو بکرا! اس دنیا سے جانے والا تھا۔ شیرو کوئی عام بکرا نہیں تھا۔ وہ علی کے ساتھ بہت کھیلتا تھا، ہری ہری گھاس چباتے ہوئے علی کی ہوم ورک والی کاپیاں بھی ہضم کر جاتا، اور رات کو علی کے بستر کے نیچے خراٹے لیتا تھا۔ علی نے اس کا نام 'شیرو' اس لیے رکھا تھا کیونکہ جب کوئی اس کی روٹی چھینتا، تو وہ بکروں کی طرح ممیانے کے بجائے شیر کی طرح دوڑتا ہوا آتا تھا! مگر آج صبح، شیرو کو قربانی کے لیے لے جایا جا رہا تھا۔ علی نے روتے ہوئے شیرو کے گلے میں اپنی دونوں باہیں ڈال دیں، "نہیں! میرے شیرو کو کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا! یہ میرا بیسٹ فرینڈ ہے!" کزن صائم نے ہنستے ہوئے کہا، "علی! یہ تو تکہ بننے جا رہا ہے!" علی کی آنکھوں سے موٹے موٹے آنسو ٹپک پڑے۔ امی ابو نے اسے گلے لگایا، "بیٹا، یہ اللہ تعالیٰ کی خوشی کے لیے ہے،" مگر علی کا معصوم دل کچھ سننے کو تیار ہی نہ تھا...

جیسے ہی قصائی نے شیرو کی رسی پکڑی، شیرو نے ایک زوردار جھٹکا مارا، اچھلا، کودا، اور رسی چھڑا کر ہوا کی رفتار سے بھاگ نکلا! "پکڑو! پکڑو! بکرا بھاگ گیا!" گلی میں کہرام مچ گیا۔ شیرو سیدھا محلے کے سب سے شرارتی لڑکے، سمیع کے پیچھے بھاگا، جس نے کل اس کی آدھی روٹی چوری کی تھی۔ سمیع آگے آگے، شیرو پیچھے پیچھے، اور پورا محلہ ان کے پیچھے! یہ ایک بڑا مضحکہ خیز منظر بن چکا تھا۔ آخر کار، پانچ لوگوں نے مل کر شیرو کو گھیرا، لیکن علی کا دل اب بھی اداس تھا۔ جب قربانی کا وقت گزر گیا، تو علی لال آنکھیں لیے گھر کے سنسان ورانڈے میں اکیلا بیٹھا تھا۔ تبھی دادا ابو اس کے پاس آئے اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "کیا ہوا میرے چیتے؟" انہوں نے پیار سے پوچھا۔ علی نے سسکتے ہوئے کہا، "دادا ابو! میرا شیرو چلا گیا۔۔۔ اب مجھے کھیل میں کون ہرائے گا؟" دادا ابو مسکرائے اور علی کو اپنی گود میں بٹھا کر بولے، "میرے پیارے بچے، کیا تم جانتے ہو، ہزاروں سال پہلے اللہ پاک نے اپنے ایک بہت پیارے پیغمبر حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کا امتحان لیا تھا؟ اللہ نے ان سے ان کے سب سے لاڈلے بیٹے حضرت اسماعیل (علیہ السلام) کی قربانی مانگی۔ حضرت ابراہیم نے ذرا بھی دیر نہیں کی اور اللہ کا حکم پورا کرنے کے لیے اپنے بیٹے کو قربان کرنے لگے۔ جیسے ہی انہوں نے چھری اٹھائی، اللہ پاک ان کی اس سچی محبت سے اتنے خوش ہوئے کہ انہوں نے فوراً جنت سے ایک خوبصورت دنبہ بھیج دیا!" علی نے حیرت سے اپنی آنکھیں پھاڑیں، "سچ مچ؟ مطلب، اللہ تعالیٰ کو صرف یہ دیکھنا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے کتنا پیار کرتے ہیں؟" دادا ابو نے اس کا گال تھپتھپایا، "بالکل! ہم یہ قربانی صرف ایک جانور کی نہیں کرتے، بلکہ اپنے دل کی سب سے پیاری چیز اللہ کے نام پر قربان کر کے یہ بتاتے ہیں کہ ہمارے لیے اللہ سب سے بڑا ہے۔ تمہارا شیرو اب جنت کے ہرے بھرے باغوں میں مزے سے گھاس کھا رہا ہو گا، اور تم نے اسے اللہ کی راہ میں دے کر ایک بہت بڑا اور بہادر دل دکھایا ہے۔

" علی نے گہرا سانس لیا۔ اس کے دل سے اداسی کا بوجھ غائب ہو چکا تھا اور اس کی جگہ ایک پیارا سا سکون آ گیا تھا۔ اس نے سیکھ لیا تھا کہ قربانی کا اصل مطلب اپنی پسندیدہ چیز اللہ کی خاطر پیش کرنا ہے۔



خواب میں آئی رب کی صدا
دل سے کہا، خلیل! کر دے وفا
صبح اٹھا تو چہرہ تھا پر سکون
حکم ملا تھا، بیٹا کر دے فدا
اسمائیل بولا، ابا نہ کرو غم
رب کی رضا ہے، یہ بھی ہے کم
آنکھ سے آنسو، لب پر اللہ اکبر
باپ نے دیکھا، تو تھر تھرا گئے قدم
ہاتھ میں خنجر، دل میں دعا
بیٹا جھکا، سجدے میں جھکی قضا
کہہ دیا زمین نے رک جا آئے فدا
یہ گردن نہیں یہ رب کی ہے رضا
جبرائیل آئے لے کہ دنبہ
کہا امتحان میں جیت گیا بندہ
عشق وہ نہیں جو لفظوں میں کہا
عشق وہ ہے جو بیٹے کو قربان کیا
ہر عید یہی پیغام سنائے
دل سے "میں" کو ذبح کر جائے
خلیل نے رسم وفا نبھائی
اسماعیل نے صبر کی مثال بنائی
(بنت علی)

سچائی کی خوشبو

خدیجہ صوفی گل

شام کا وقت تھا۔ احمد اپنے کمرے میں بیٹھا اسکول کا کام کر رہا تھا، لیکن اس کا دھیان بار بار کھڑکی کے پاس رکھی اس چھوٹی سی رنگین گاڑی کی طرف جا رہا تھا جو اس کے چھوٹے بھائی، زید کی تھی۔ وہ گاڑی زید کو اس کی سالگرہ پر دادا جان نے تحفے میں دی تھی اور زید کو وہ اپنی جان سے بھی پیاری تھی۔

احمد نے سوچا، "بس ایک بار اسے چلا کر دیکھتا ہوں، زید کو پتہ بھی نہیں چلے گا۔"

احمد نے گاڑی اٹھائی اور فرش پر تیزی سے دوڑانے لگا۔ اچانک گاڑی ایک میز کے پائے سے ٹکرائی اور اس کا سامنے والا حصہ ٹوٹ گیا۔ احمد کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اس نے جلدی سے گاڑی اٹھائی اور اسے واپس کھڑکی پر اس طرح رکھ دیا کہ ٹوٹا ہوا حصہ نظر نہ آئے۔

رات کو جب زید کمرے میں آیا تو اس نے اپنی گاڑی اٹھائی۔ جیسے ہی اس نے گاڑی ہاتھ میں لی، ٹوٹا ہوا حصہ نیچے گر گیا۔ زید کی چیخ نکل گئی اور وہ رونے لگا۔

"امی! دیکھیں میری گاڑی ٹوٹ گئی! یہ کس نے توڑی؟" زید سسکیاں لیتے ہوئے بولا۔

امی کچن سے دوڑی آئیں اور احمد سے پوچھا، "احمد بیٹا! کیا آپ کو معلوم ہے یہ کیسے ٹوٹی؟"

احمد کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اس نے نظریں جھکا کر جھوٹ بول دیا، "نہیں امی! میں تو اپنا کام کر رہا تھا، مجھے نہیں پتہ۔"

امی نے زید کو پیار کیا اور اسے چپ کروا دیا، لیکن احمد کا دل بے چین ہو گیا۔ اسے لگ رہا تھا جیسے اس کے اندر کوئی اسے ملامت کر رہا ہو۔ اسے اسکول میں پڑھی ہوئی وہ حدیث یاد آئی: **"سچائی نجات دیتی ہے اور جھوٹ ہلاک کر دیتا ہے۔"

اس رات احمد کو نیند نہیں آ رہی تھی۔ اسے بار بار زید کا روتا ہوا چہرہ یاد آ رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ تو سب دیکھ رہے ہیں، میں نے امی سے جھوٹ بولا اور زید کا دل بھی دکھایا۔

احمد بستر سے اٹھا اور دبے پاؤں امی کے کمرے میں گیا۔ امی ابھی جاگ رہی تھیں۔ احمد نے ہمت جمع کی اور دھیمے لہجے میں کہا، "امی! مجھ سے ایک غلطی ہو گئی ہے۔"

امی نے اسے پاس بٹھایا اور پوچھا، "کیا بات ہے بیٹا؟"

احمد کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، "امی! زید کی گاڑی مجھ سے ٹوٹی تھی اور میں نے ڈر کے مارے جھوٹ بولا۔ مجھے معاف کر دیں، میرا دل بہت گھبرا رہا ہے۔"

امی نے احمد کے سر پر ہاتھ پھیرا اور مسکرا کر کہا، "بیٹا! آپ نے سچ بول کر بہت اچھا کیا۔ دیکھو، جھوٹ بولنے سے انسان کے دل کا سکون چھن جاتا ہے، اور سچ بولنے سے انسان ہلکا پھلکا محسوس کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی سچے لوگوں کو پسند فرماتے ہیں۔"

اگلی صبح احمد نے اپنے بچائے ہوئے جیب خرچ سے زید کے لیے ویسی ہی ایک نئی گاڑی خریدی اور اسے جا کر دے دی۔ اس نے زید سے معذرت بھی کی۔ زید خوشی سے اچھل پڑا اور احمد کے گلے لگ گیا۔

احمد اب بہت خوش تھا۔ اسے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اس کے کمرے میں سچائی کی کوئی پیاری سی خوشبو پھیل گئی ہو، جس نے اس کے دل کو سکون دے دیا تھا۔

اس کہانی کا سبق:

* ہمیں ہمیشہ سچ بولنا چاہیے، چاہے کتنی ہی بڑی غلطی کیوں نہ ہو جائے۔
* جھوٹ انسان کو بے چین رکھتا ہے، جبکہ سچ سکون لاتا ہے۔
* اپنی غلطی تسلیم کرنا اور معافی مانگنا بہادری کا کام ہے۔



قربانی کی نظم بچوں کے نام

عید آئی ہے، خوشی لائی ہے،
قربانی کا پیغام سنانے آئی ہے۔

حضرت ابراہیم نے مانا حکم،
اسماعیل نے کہا "سر خم"۔

اللہ کو بس دل چاہیے،
سچا جذبہ، راہ چاہیے۔

گوشت نہیں، خون نہیں،
تقویٰ پہنچے، بس یہی ہے مقصد وہیں۔

ہم بھی بانٹیں گوشت غریبوں میں،
مسکراہٹ لائیں ہر دل میں۔

جانور ہو یا کھلونا اپنا،
بانٹنے میں ہے مزہ سچا۔

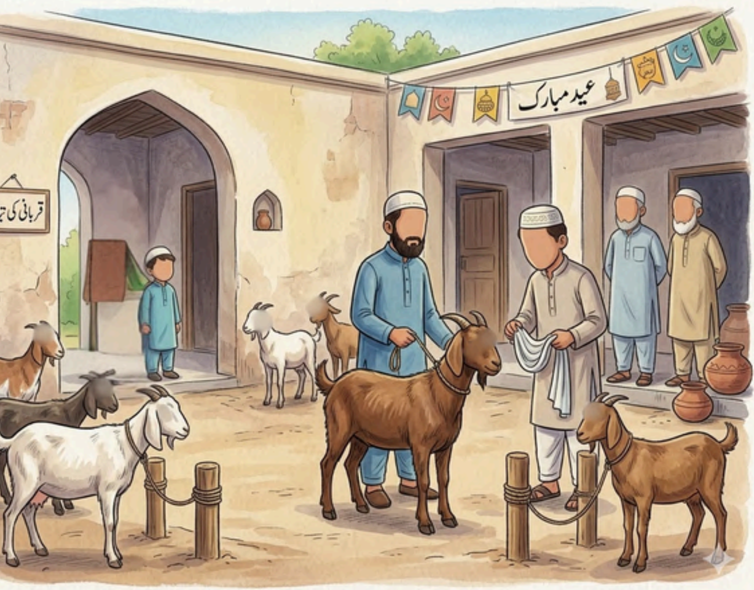
عید مناؤ، خوشیاں بانٹو،
سب سے مل کر گلے لگ جاؤ۔

اللہ راضی ہو جائے گا،
دل میں نور سما جائے گا!

سمجھداری کی بات

اخت احمد

استانی صاحبہ:
السلام علیکم بچو! کیسے ہو سب؟ بسم اللہ سے آج کا سبق شروع کرتے ہیں۔
سب بچے: وعلیکم السلام استانی جی! الحمدللہ ہم ٹھیک ہیں۔
استانی صاحبہ: بچو، اگلے ہفتے عیدالاضحی آرہی ہے۔ بتاؤ، تمہیں پتا ہے عیدالاضحی کیوں مناتے ہیں؟
علی: استانی جی! اس دن ہم بکرا، گائے، اونٹ کی قربانی کرتے ہیں۔ میرے ابو بھی بکرا لائے ہیں۔
فاطمہ: اور ہم اس کا گوشت غریبوں میں بانٹتے ہیں۔ مجھے گوشت کٹنے کا منظر تھوڑا ڈر لگتا ہے
استانی صاحبہ: ماشاءاللہ! تم دونوں نے صحیح کہا۔ لیکن قربانی کا اصل راز بہت گہرا ہے۔
یہ راز ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی کہانی میں۔
احمد: وہی والی کہانی جس میں بیٹے نے کہا تھا "ابو جان! جو اللہ کہے وہ کریں، میں صبر کروں گا"؟
استانی صاحبہ: الکل احمد! اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں حکم دیا کہ اپنی سب سے پیاری چیز قربان کرو۔ اور ان کی سب سے پیاری چیز ان کا بیٹا اسماعیل علیہ السلام تھا۔
عائشہ: ہائے! چھوٹے سے اسماعیل نے انکار نہیں کیا؟ وہ تو ڈر جاتے!
استانی صاحبہ: نہیں بیٹا! حضرت اسماعیل نے کہا: *"يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ"*
"ابو جان! آپ وہی کریں جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے۔ ان شاءاللہ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے"۔
دیکھو، کتنی فرمانبرداری اور اللہ پر بھروسہ!
علی: سبحان اللہ! تو جب حضرت ابراہیم چھری چلانے لگے، اللہ نے مینڈھا بھیج دیا نا؟



استانی صاحبہ: جی ہاں! اللہ نے فرمایا:
"قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا" "ابراہیم! تم نے خواب سچ کر دکھایا"۔
اور اس دن سے ہم ہر سال قربانی کرتے ہیں تاکہ یہ یاد رہے کہ اللہ کے حکم کے آگے ہر چیز قربان ہے۔
فاطمہ: لیکن استانی جی، قرآن میں ہے نا کہ اللہ کو گوشت اور خون نہیں پہنچتا؟
استانی صاحبہ: ماشاءاللہ فاطمہ! تم نے آیت یاد رکھی۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
"لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَٰكِن يَنَالُهُ التَّقْوَىٰ مِنكُمْ"
"نہ ان کا گوشت اللہ کو پہنچتا ہے نہ خون، بلکہ تمہارا تقویٰ اللہ تک پہنچتا ہے"۔
یعنی اللہ کو ہمارا دل، ہماری نیت اور ہمارا تقویٰ چاہیے۔
احمد: تو مطلب قربانی کا مقصد ہے دل کو صاف کرنا، اور اپنی پسندیدہ چیز اللہ کے لیے دینا؟
استانی صاحبہ: بالکل درست! نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
"ابن آدم کے عمل میں سے کوئی عمل اللہ کو خون بہانے سے زیادہ محبوب نہیں، سوائے صلہ رحمی کے"۔
اور قربانی کا گوشت تین حصوں میں بانٹنا سنت ہے: ایک خود کے لیے، ایک رشتے داروں کے لیے، ایک غریبوں کے لیے۔
عائشہ: اوہ! تو اس لیے عید پر ہر گھر میں خوشی ہوتی ہے۔ غریب بھی گوشت کھاتے ہیں۔
علی: میں سمجھ گیا! قربانی صرف جانور کی نہیں، اپنے غصے، لالچ، اور خود غرضی کی بھی کرنی ہے۔
اگر میں اپنی چاکلیٹ چھوٹے بھائی کو دے دوں تو یہ بھی قربانی ہوئی نا؟
استانی صاحبہ: ماشاءاللہ علی! تم نے سب سے بڑی بات سمجھ لی۔

استانی صاحبہ: قربانی کا جذبہ یہی ہے کہ "میں" کے بجائے "ہم" سوچیں۔ اللہ کی رضا کے لیے قربانی دو، چاہے وہ وقت ہو، مال ہو، یا اپنی پسند۔

فاطمہ: استانی جی، کیا حج اور قربانی کا بھی تعلق ہے؟

استانی صاحبہ: ہاں بیٹا! حج کرنے والے حاجی بھی اسی دن منیٰ میں قربانی کرتے ہیں۔

یہ سارا منظر ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ہم سب اللہ کے بندے ہیں، اور اس کے حکم پر جان بھی قربان کر سکتے ہیں۔

احمد: تو آئیں ہم سب وعدہ کریں کہ اس عید پر ہم:



1. نماز وقت پر پڑھیں گے،
2. گوشت غریبوں میں بانٹیں گے،
3. کسی کا دل نہ دکھائیں گے،
4. اور اللہ سے دعا کریں گے کہ وہ ہماری قربانی قبول فرمائے۔

سب بچے مل کر:

ان شاءاللہ! آمین!

استانی صاحبہ: بارک اللہ فیکم بچو! اللہ تمہیں سمجھ اور عمل کی توفیق دے۔

اب سب مل کر پڑھو:

"اللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، وَاللّٰهُ أَكْبَرُ، اللّٰهُ أَكْبَرُ، وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ"

ننھے شاہکار: DIY

عید الاضحیٰ کی مناسبت سے خانہ کعبہ کی پاپ اپ (Pop-up) کارڈ بنانے کا طریقہ

ضروری سامان



- رنگین چارٹ پیپر
- کالے رنگ کا کارڈ پیپر
- چمکدار فوم شیٹس
- قینچی اور گوند (Glue)
- پنسل اور اسکیل



دیئے گئے QR کوڈ کو سکین کر کے اس کارڈ کو بنانے کا طریقہ دیکھیے



کارڈ بنانے کا طریقہ

1. کارڈ کی بنیاد (Base)
- ایک بڑے سائز کا نیلے یا کسی بھی پسندیدہ رنگ کا چارٹ پیپر لیں۔
- اسے درمیان سے برابر موڑ (Fold) کر کے کارڈ کی شکل دے دیں۔

2. المسجد النبوی کا بیرونی حصہ
- کارڈ کے بیرونی (سامنے والے) حصے پر لگانے کے لیے سفید پیپر پر مسجد کا ڈیزائن بنائیں۔
- اس میں گنبدِ خضریٰ (سبز گنبد) اور میناروں کی کٹنگ کر کے گلو کی مدد سے کارڈ کے فرنٹ پر چپکا دیں۔
- کھڑکیوں اور دروازوں کے لیے چمکدار فوم شیٹ کا استعمال کریں۔

3. کعبہ شریف کا پاپ اپ حصہ
- کعبہ شریف بنانے کے لیے کالی فوم یا چارٹ پیپر کا چورس ٹکڑا لیں۔
- اس کے اوپری حصے پر سنہری گلیٹر شیٹ سے بارڈر (غلافِ کعبہ کی پٹی) کاٹ کر لگائیں۔

پاپ اپ بنانے کا طریقہ: کارڈ کو جب آپ کھولیں، تو کعبہ ابھرا ہوا نظر آئے۔ اس کے لیے کارڈ کے بالکل درمیان میں کاغذ کی ایک چھوٹی پٹی (Pop-up mechanism) فولڈ کر کے چپکائیں اور اس کے اوپر تیار کردہ کعبہ شریف کا ماڈل لگا دیں۔

ننھے مصوّر



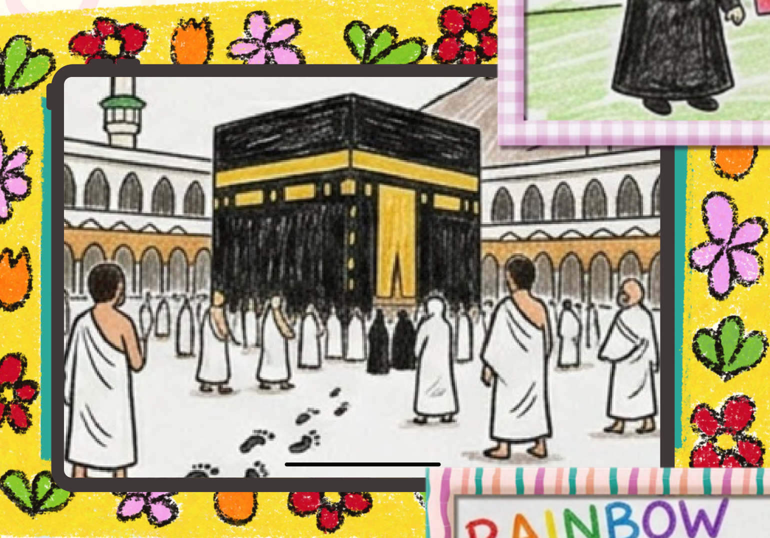


مریم فاطمہ



خدیجہ صوفی گل

مریم صوفی گل









مریم صوفی گل






خدیجۃ الکبریٰ
BANAT- E- KHADEEJATUL KUBRA